رشک کرتا ہے فلک ایسی زمیں پہ اسعد
جس پہ دو چار گھڑی ذکرِ خدا ہوتا ہے

حیاتِ
حضرت شیخ عبد القدوسؒ گنگوہیؒ

یعنی رأس الاتقیاء طبیب روحانی، صوفیائے زمانہ کے سرخیل، تاجدار زمانہ، ماحی بدعات و رسوم، محی السنہ حضرت مولانا شیخ عبد القدوس صاحب گنگوہیؒ کی مختصر سوانح اور آپ کے خاندان کے چند افراد کے مختصر حالات نیز خانقاہ رشیدیہ کا نقشہ درج کیا گیا ہے۔

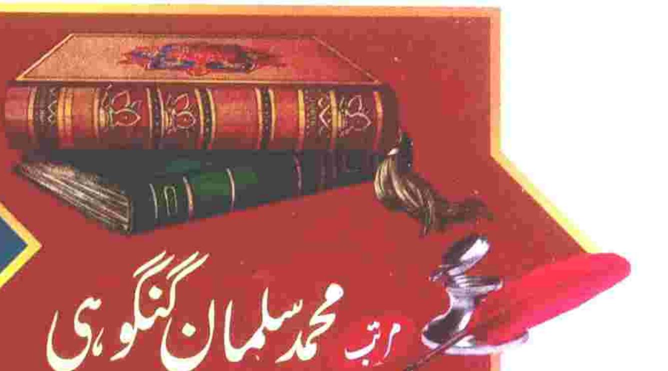

مرتب محمد سلمان گنگوہی
خادم تدریس جامعہ اشرف العلوم "رشیدی" گنگوہ ضلع سہارنپور (یوپی) الہند
رابطہ نمبر: 9411623689

ناشر مکتبہ فیضِ محمود
محلہ بہاؤ الدین گنگوہ ضلع سہارنپور یوپی 247341

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حیاتِ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ

یعنی رأس الاتقیاء، طبیب روحانی، صوفیائے زمانہ کے سرخیل، تاجدار زمانہ، ماحی بدعات ورسوم، محی السنہ حضرت مولانا شیخ عبدالقدوس صاحب گنگوہیؒ کی مختصر سوانح اور آپ کے خاندان کے چند افراد کے مختصر حالات نیز خانقاہ رشیدیہ کا نقشہ درج کیا گیا ہے۔

مرتب

محمد سلمان گنگوہی

خادم تدریس جامعہ اشرف العلوم "رشیدی" گنگوہ، ضلع سہارنپور (یو، پی) الہند

9411623689

ناشر

مکتبہ فیضِ محمود

محلہ بہاؤ الدین گنگوہ ضلع سہارنپور یوپی 247341

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب.........حیات شیخ عبدالقدوس صاحب گنگوہیؒ
(یعنی حضرت شیخ عبدالقدوس صاحب گنگوہیؒ کے حالات زندگی اور ان کے بعض اہلِ خاندان کے مختصر حالات)

جامع و مرتب.........(حضرت مولانا مفتی) محمد سلمان مظاہری گنگوہی (صاحب مدظلہ)
خادمِ تدریس جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

ناشر:۔ مکتبہ فیض محمود محلّہ بہاؤالدین گنگوہ سہارنپور یوپی۔انڈیا۔پن نمبر 247341
Cell:09411623689

تعدادصفحات:.........۱۲۸

بارِاول:.........۱۱۰۰

قیمت:.........۹۰ روپے

..........ملنے کے پتے:..........

مکتبہ یوسف جامعہ رشیدیہ محلّہ انارکلی گنگوہ سہارنپور۔یوپی

مکتبہ ''فیض سلمان'' محمودنگر (آرآرپیٹ) وجے واڑہ ضلع کرشنا۔اے پی

09346515241

مکتبہ لبنان محلّہ بہاؤالدین گنگوہ سہارنپور۔یوپی

فہرست مضامین

شجرۂ منظومہ چشتیہ صابریہ امدادیہ محمودیہ	۵
انتساب	۷
عرضِ ناشر	۸
صوفیہ اور تصوف	۱۲
حقیقتِ تصوف	۱۲
علامہ شوکانی کا جواب	۱۷
حکایت	۲۲
طریقِ ریاضت ومجاہدہ اجمالی	۲۶
مرشد کامل اور پیر طریقت کے چند اوصاف	۲۹
طریقِ بیعت سنت نبوی ﷺ ہے	۳۰
ضروری ہدایت	۳۰
حضرت شیخؒ کی ولادت اور اس کی بشارت	۳۱
تفصیلِ اجداد	۳۲
ہندوستان میں ورود	۳۲
سن رشد اور تعلیم وتربیت	۳۵
نکاح	۳۵
باقیات صالحات یعنی صلبی اولاد	۳۵
خاندان کے بعض حضرات کے حالات	۳۶

فہرست مضامین

تلاوت قرآن پاک	۳۸
اہلیہ محترمہ	۳۸
بابر کا پہلا واقعہ	۳۹
بابر کا دوسرا واقعہ	۳۹
وفات کے بعد کی کیفیت	۵۷
کنویں میں گرنے کا قصہ	۶۲
مولانا محبّ اللہ الٰہ آبادیؒ کا کمرہ	۶۶
حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ کا کمرہ	۶۶
تصانیف	۷۴
حالات شاہ ابو سعید صاحبؒ	۷۹
حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ	۸۴
حضرت گنگوہیؒ کا ایک واقعہ	۹۰
حضرت ہی کا دوسرا واقعہ	۹۰
حضرت گنگوہیؒ کے پاس تبرکات	۹۲
یہ مقام ابراہیم کا ٹکڑا آپ کے پاس کیسے آیا	۹۲
ایک صاحب کا حضرت کے پاس آنا	۹۴
خواب گاہِ قطب الارشاد	۹۵

فہرست مضامین

نسب سلسلہ و شجرات	۹۸
خاندانِ چشتیہ صابریہ قدوسیہ	۹۸
خاندان چشتیہ نظامیہ قدوسیہ	۹۹
خاندان علیہ قادریہ قدوسیہ	۱۰۰
حضرت شیخ محمد صادق بن شیخ فتح اللہ گنگوہی الحنفیؒ	۱۰۱
حضرت شیخ ابراہیم مرادآبادیؒ	۱۰۴
دستور ذکر جہر	۱۰۶
ذکر نفی و اثبات کا طریقہ	۱۰۷
طریق ذکر خفی	۱۰۹
طریق پاس انفاس	۱۰۹
حضرت شاہ ابوالمعالی انبہٹویؒ	۱۱۰
حضرت شاہ صادقؒ کی انبہٹہ حاضری	۱۱۰
ذکر کے فوائد	۱۱۱
چہل صلوٰۃ وسلام	۱۲۴
صیغ السلام	۱۲۷

شجرۂ منظومہ چشتیہ صابریہ امدادیہ محمودیہ

یا الٰہی دور فرما میرے امراض دلی — دونوں عالم کی ختم ہو جائے جس سے بے کلی
بہر محمود حسن یکتائے فن روشن ضمیر — حضرت شیخ زکریا ذات جن کی منتجی
بہر مولانا خلیل احمد رشید احمد مجھے — سوز پنہانی عطا کر اور دکھا سچی گلی
بہر امداد ونور وحضرت عبدالرحیم — عبد باری عبد ہادی عضدِ دیں مکی ولی
پھر محمدی ومحب اللہ وشاہِ ابوسعید — پھر نظام الدین جلال وعبد قدوسِ ذکی
پھر محمد اور احمد عبد حق شیخ جلال — شمس دیں ترک وعلاء الدین فرید جودھنی
قطب دین اور پھر معین الدین وعثمان وشریف — خواجہ مودود بویوسف محمد احمدی
بو اسحاق وخواجہ ممشاد وہبیرہ نامور — پھر حذیفہ امین ادہم پھر فضیل مرشدی
عبدواحد پھر حسن بصری علی فخر دیں — پھر سید کونین فخر العالمین بشری نبی

دل کو میرے یا الٰہی پاک کر تو غیر سے
خیر دنیا دے مجھے اور آخرت بھی ہو بھلی

انتساب

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

متأخرین ومتقدمین میں ہمیشہ کا دستور رہا ہے کہ انہوں نے اپنی تالیفات وتصانیف کو موضوعِ کتاب کے اعتبار سے اپنی کسی مقتدر ہستی کی نذر کیا ہے، چنانچہ مثنوی شریف حضرت حسام الدینؒ کی نذر کی گئی۔

الحمدللہ ثم الحمدللہ کہ مجھے بھی اس تقلید کا شرف حاصل ہوا، اس لئے احقر اپنی حقیر کاوش کو تاجدار مدینہ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیز حضرت اقدس مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ سابق صدر دارالافتاء دارالعلوم دیوبند اور حضرت اقدس قاری شریف احمد صاحبؒ بانی وسابق ناظم جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ اور جمیع اولیائے کاملین وراسخین فی العلم وصوفیائے عظام کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے، اللہ پاک سے دعا ہے کہ صوفیائے عظام کے بارے میں جو غلط فہمیاں ذہنوں کے اندر رہتی ہیں ان کو ختم کر کے اتباعِ سنت کا جذبہ قلوب میں راسخ فرمائے آمین، والسلام۔

محمد سلمان گنگوہی

خادمِ تدریس جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

۱۴۴۲/۲/۱۱ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

Molana Muhammad Ilyas Ghuman

امیر: عالمی اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ

سرپرست: خانقاہ ومرکز اہل السنۃ والجماعۃ سرگودھا

چیف ایگزیکٹو: احناف میڈیا سروسز

E-mail: ilyasghumman@gmail.com

www.ahnafmedia.com

Cell: 00923328768787

تاریخ: 26-اکتوبر 2020ء

حوالہ: ت۔ 101

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

شیخ عبد القدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت 832ھ، وفات 944ھ) ایک عالم با عمل، صاحب ذوق وحال شخصیت اور میدانِ تصوف میں اپنی مثال آپ تھے۔ آپ کا شمار ہندوستان کی ان عظیم شخصیات میں ہوتا ہے جنہوں نے میدانِ طریقت میں اپنی خدمات سر انجام دیں اور سر زمین ہند پر اپنی روحانیت وولایت کے اثرات چھوڑے۔ آپ؛ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے ہیں۔ چھبیسویں پشت میں آپ کا سلسلۂ نسب امام صاحب سے جاملتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے زمانہ طالب علمی میں علم کے ساتھ ساتھ عمل پر بھی خوب توجہ دی۔ ظاہری علوم کے ساتھ ساتھ باطنی علوم سے بھی مالامال تھے۔ چاروں سلاسل طریقت میں اجازت حاصل تھی۔ گنگوہ میں "خانقاہ قدوسیہ" آپ ہی کا فیض ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی قبر کو منور فرمائے اور آپ کے فیوض کو عام فرمائے۔ آمین

زیرِ نظر کتاب "حیاتِ شیخ عبد القدوس گنگوہی رحمہ اللہ" حضرت مولانا محمد سلمان گنگوہی دامت برکاتہم استاذِ حدیث وفقہ جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ کی تالیف ہے جس میں انہوں نے شیخ عبد القدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے حالاتِ زندگی کو جمع فرمایا ہے۔ موصوف نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ابتدائی تعلیم، حضرت والد صاحب کی خصوصی تربیت، تصوف وطریقت سے حد درجہ انہماک، تقویٰ وطہارت، اصلاح وارشاد وغیرہ کا تذکرہ فرمایا ہے۔ اسی ضمن میں آپ کے خاندان کے بعض افراد کے حالات بھی ذکر فرمائے ہیں اور تصوف وطریقت کے چند ابواب بھی اس میں شامل کیے گئے ہیں۔ ایک اہم بات یہ کہ حضرت شیخ گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں خانقاہ قدوسیہ کا جو نقشہ تھا اسے بھی اس کتاب میں شامل کیا گیا ہے جس سے خانقاہ کا وہی منظر آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے جو حضرت الشیخ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں ہوا کرتا تھا۔ ان شاء اللہ یہ کتاب شیخ عبد القدوس گنگوہی رحمہ اللہ کے حالات وواقعات جاننے کے لیے مفید ومعاون ہوگی۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا محمد سلمان گنگوہی دامت برکاتہم کو جزائے خیر عطا فرمائے، آپ کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور شیخ عبد القدوس گنگوہی رحمہ اللہ کے فیوض وبرکات سے امت کو مستفید فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم وصلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وازواجہ اجمعین۔

محتاجِ دعا

محمد الیاس گھمن

عرضِ ناشر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لانبی بعدہ!

قدیم زمانہ سے یہ دستور چلا آرہا ہے کہ گذرے ہوئے زمانہ میں جو بزرگان دین اولیائے عظام دنیا میں تشریف لائے ان پر مختصر ومطول مضمون لکھا جاتا ہے اوران شاء اللہ تا قیامت لکھا جاتا رہے گا، کیونکہ ان مضامین کے ذریعہ ان گذشتہ بزرگوں کے حالات سامنے آنے کے بعد اخلاف کوان کے احوال واذکار پڑھ کرعمل کی توفیق اوران کے اتباع کا جذبہ پیدا ہوجاتا ہے، اسی سلسلہ کی ایک کڑی احقر کی یہ ادنی کاوش ہے، خدائے وحدہ لاشریک لہ قبول فرمالیں توزہے نصیب۔

خدا کی بات خدا ہی جانتا ہے یہ کسے خبر تھی کہ سرزمین ہند پر ایسی ایسی ہستیاں بھی اپنی رعنائیوں کے ساتھ جلوہ فگن ہوں گی جن کے لامتناہی فیوض سے مشرق اور مغرب سیراب ہوگی، جن کی ضوفشانیاں عجم سے گزرکر عرب تک پہونچ جائیں گی، ہند کی تاریکیاں اسلام کے انہیں نونہالوں کے آغوش میں تحلیل ہوکر نذرفنا ہوجائیں گی اور ہند ہی ایک ایسی جگہ ہوگی جہاں کے بسنے والے ایمانی نشاط سے سرشار ہوکرایمان اور ایمانداروں کیلئے آغوش حفاظت پھیلادیں گے۔

محمد بن قاسم اور محمود غزنوی کا ہندوستان پرحملہ کرنا کیا تھا خدائی نوامیس کے

بے نقاب ہونے کی تمہید تھی، ادھر مسلمانوں کی مداخلت ہوئی ادھر سمائے ہند پر علمی کواکب چمکنے لگے، کہیں مجدد الف ثانی چمکے اور کہیں نظام الدین اولیاء اور علاؤالدین صابریؒ، پھر کسی جگہ جلال الدین اور عبدقدوسؒ سے ضیا پاشی ہوئی، وفات نبوی ﷺ کے بعد جب حضرات صحابہ طول وعرض میں پھیلے تو فن حدیث کولیکر آئے، عبدالمالک ایک محدث تلمیذ سخاوی صحیح بخاری کولیکر آئے، ان کے متعلق کہا جاتا ہے کہ کان حافظا للقران وصحیحاً للبخاری، علاؤالدین علی گجرات آئے، گجرات ہی باب العرب تھا، حدیث کا چرچا ہوا، شیخ طاہر پٹنی مصنف ''مجمع بحار الانوار'' امیر العلماء تھے، شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے دہلی کو مرکزی حیثیت بخشی، شیخ احمد سرہندی اپنے مجددانہ کارناموں کے ساتھ ساتھ اشاعت حدیث کے شائق وساعی رہے، فصوص کے مقابلہ میں نصوص کی افضلیت اقدمیت پیش نظر رہی۔

طالبین وسالکین کو برابر حدیث کی طرف توجہ دلاتے رہے فان القول ماقال الرسول کا مذاق تھا اور والعلم ما کان قال فیه حدثنا : وما سواہ فوسواس الشیطان کا ولولہ وجدان ان کا حال تھا، اخیر میں مکتب ولی اللہ میں حضرت ولی اور ان کے برادران عالی مقام نہ صرف ہندوستان بلکہ حجاز مقدس تک اس فیض کو پہنچایا اور ان کے خوان یغما سے گنگوہ، دیوبند، مظفرنگر، سہارنپور جیسے پسماندہ قریٰ بھی چمک اٹھے۔

غرض ہندوستان علماء کا گہوارہ اور صوفیاء کا مرکز بن گیا، سراپا داستانِ علو پیکرانِ صداقت اور مجسمات سیادت اسی سرزمین سے پیدا ہونے لگے، پیدا ہونے والی کرنیں پیدا ہوکر سارے ہند پر چھاگئیں، ہند کی ضلالتیں مضطرب ہوکر انہیں کرنوں میں جذب

ہوکر رہ گئیں، مگر آج وہی ہستیاں جن کا ہند مرہونِ منت اور جن کے اہل ہند شرمندہ احسان تھے موت کے آغوش میں جا چھپیں، خدائے قدوس کی دعوت پر لبیک کہتی ہوئی ہمیں مضطرب اور پریشان چھوڑ کر رفیقِ اعلیٰ سے جاملیں، ساری نورانیت اور کل شادابیاں انہیں کے ساتھ تھیں، جب وہی نہ رہیں تو یہ بھی بے نور ہوکر رہ گئیں، سچ ہے ریگستان کے ذرہ خورشید ہی کے منت کش تابش ہیں۔

آہ! وہ تصوف کے لطائف، وہ علوم کی موشگافیاں آج نہ رہیں، وہ انجمن درہم برہم ہوگئی، دل والے نہ رہے، جانوں کا خدا حافظ، روحانی سرپرست اٹھ گئے، خدا ہی نگہبان ہے ہم بلاد اسلامیہ پر آنسو بہائے جائیں، اُندلس میں قرطبہ اور جامعہ قرطبہ کو روئیں یا غرناطۂ بغداد اور دہلی وآگرہ پر دل کڑھائیں، روحانی سرپرستوں کا ماتم کریں یا ان کی برکات کو یاد کریں، آہ! یہ تو بڑی خونچکاں داستان ہے جس کے سننے کی تم میں طاقت اور جس کے تصور کا تم میں تحمل نہیں...... مگر نہیں۔

اے جنون ہنگامِ وحشت بادیہ پیمانہ ہو، تنگیٔ دل تڑپ منت کش درماں نہ ہو، تم سنبھلو اور اٹھو، گہوارۂ چشم میں طفل اشک کو مچلنے نہ دو، اضطراب فضول ہے اور گریہ بے سود، پہلوں کے حالات اور اپنے بڑوں کی سوانح مجھ سے سنو، مگر نہ اس لئے کہ زیادہ روؤ اور بے تاب ہو بلکہ تقلید واتباع کرکے بام ترقی پر پہنچنا چاہو۔

یاد رکھو تمہارے لئے بہترین استاذ تمہارے شفیق مرشد اور مہربان مربی پہلوں کے حالات ہیں اور تمہارے بڑوں کی سوانح تاریخ کے سیاہ نقوش ہیں اور کاغذات کے انہیں مجموعوں میں قوموں کی ترقی کا راز مضمر ہے اور جماعتوں کی بلندی پوشیدہ ہوتی ہے

گرتے ہوؤں کو سنبھالنا اور چڑھتے ہوؤں کو ابھارنا اسی کا کام ہے۔

یہ حقیر سراپا تقصیر اکابرین کی مفصل ومختصر قدیم سوانح سے مختصر مختصر طور پر چیدہ چیدہ واقعات لیکر اور کچھ اپنے بڑوں سے سنے ہوئے حالات کو یکجا جمع کرنے کی حقیر کاوش کر رہا ہے، ممکن ہیکہ کسی صاحب دل کو اس سے عبرت حاصل ہو کر عمل کی توفیق ہو جائے اور اللہ پاک قبول فرمالے، یہ نہ کوئی مستقل تصنیف وتالیف ہے نہ کوئی مستقل سوانح ہے کہ کوئی صاحب تحقیق اس پر تبصرہ کریں کہ فلاں چیز اسمیں لکھدی اور فلاں نہیں لکھی بلکہ احقر نے جو کچھ باتیں مناسب سمجھیں وہ جمع کردیں، نیز بعض احباب کا شدید تقاضہ تھا کہ خانقاہ قدوسیہ کا نقشہ اور مختصر ان سے متعلق حالات آجائیں تو بہتر ہے اس لئے بھی احقر نے اس کی طرف توجہ کی۔ فقط

العبد

محمد سلمان گنگوہی عفی عنہ

صوفیہ اور تصوف

صوفی علم دینِ ظاہری و باطنی اور قوت یقین سے متصف ہوتا ہے، صوفیہ کا کام اخلاق کو سنوارنا ہمیشہ اخلاقی حالت کی درستی پر دھیان دینا اور خدا سے لولگانا ہے۔

حقیقتِ تصوف

اللہ تعالیٰ کے اخلاق سے مزین ہونا اپنے ارادے وخواہشات کو مٹادینا اللہ تعالیٰ کی رضا میں بالکلیہ مصروف ہوجانا، حضور پرنور ﷺ کے اخلاق اپنے نفس میں پیدا کرنا، نیز حضور ﷺ کے ارشادات پر عمل کرنا صوفیہ کے اخلاق میں داخل ہے، صوفیہ کے اخلاق بتفصیل حسبِ ذیل ہیں:

(۱) اپنے آپ کو کمتر سمجھنا (۲) مخلوق خدا کے ساتھ نرمی اور شفقت کا برتاؤ کرنا اور خلقت کی ایذاؤں اور دشنامی کو برداشت کرنا (۳) سب کے ساتھ خوش خلقی کا معاملہ کرنا، غیظ وغضب کو چھوڑ دینا (۴) ایثار وہمدردی کی خُو اختیار کرنا، یعنی دوسروں کے حقوق کو اپنی خواہشاتِ نفسانی پر مقدم رکھنا (۵) سخاوت اختیار کرنا (۶) درگزر اور عفو خطا کا معاملہ کرنا (۷) خندہ پیشانی اور بشاشت سے پیش آنا (۸) بناوٹ اور تصنع اور تکلفات سے بچنا (۹) کشادہ دست رہنا یعنی خرچ سے دریغ نہ کرنا بشرطیکہ احتیاج لاحق نہ ہو (۱۰) خدا پر ہر وقت بھروسہ رکھنا (۱۱) تھوڑی چیز پر قناعت کرنا (۱۲) پرہیز گاری اختیار کرنا (۱۳) جنگ وجدال اور عتاب سے بچنا مگر حق کے ساتھ (۱۴) کسی سے بغض وکینہ وحسد نہ رکھنا (۱۵) عزت وجاہ کی طلب نہ کرنا (۱۶)

وعدہ وفا کرنا (۱۷) بردباری اختیار کرنا (۱۸) دوراندیشی سے کام لینا (۱۹) بھائیوں سے رفاقت ومحبت کا سلوک رکھنا (۲۰) اغیار سے دور رہنا (۲۱) محسن کی شکرگذاری کرنا (۲۲) اخلاق ظاہری وباطنی مہذب وباادب بنالینا (۲۳) بارگاہ احدیت کا ادب واحترام کرنا یعنی ماسوی اللہ کی ہر چیز سے منہ پھیر لینا (۲۴) حق تعالیٰ کی ہیبت وجلالت کا ہروقت تصور رکھنا (۲۵) تحدیث نفس سے بچنا یعنی نفس سے باتین کرنا اور یہ باعثِ ظلمت ہے، اور بدترین معصیت ہے (۲۶) اپنے عقائد اہل سنت والجماعت کے مطابق رکھنا ضرورت کے مطابق علم حاصل کرنا، خواہ بتدریس یا بصحبت علماء وصلحاء (۲۷) اختلافی مسائل میں احتیاط پر عمل کرنا (۲۸) سب معاصی سے سچے دل سے توبہ کرنا (۲۹) اپنے شیخ کی مخالفت نہ کرنا نہ اس کے اعمال پر اعتراض کرنا (۳۰) اپنے حالات ماضی کو پیر سے پوشیدہ نہ رکھنا اگر کوئی غلطی ہو جائے تو معذرت چاہنا اور اقرار خطا کرنا (۳۱) بلاضرورت شدیدہ سفر نہ کرنا (۳۲) والدین کی خدمت بدل وجان کرنا ان کی خدمت بجا آوری کو غنیمت سمجھنا (۳۳) زیادہ نہ ہنسنا کسی سے لڑائی جھگڑا نہ کرنا (۳۴) اپنے پیر بھائیوں اور عزیزوں سے حسد نہ کرنا (۳۵) امرد یعنی بے ریش لڑکوں کی اور عورتوں کی صحبت سے کنارا کرنا، ان سے گھل مل کر باتیں نہ کرنا (۳۶) جب تک صاحب مجاز ونسبت نہ ہو جائے کسی کو مرید نہ کرنا (۳۷) آداب شرع کا پورا پورا خیال رکھنا، مجاہدہ اور عبادت میں سستی نہ کرنا (۳۸) گوشہ نشینی اختیار کرنا اگر مجمع میں رہنے کا اتفاق ہو تو خود کو دوسروں سے کم سمجھنا نرمی کا برتاؤ کرنا (۳۹) جاہل صوفیوں اور عابدوں اور زاہدان خشک اور علمائے سوا اور ایسے محدثین جو

اہل فرقہ سے عداوت رکھیں ایسے لوگوں کی صحبت سے احتراز رکھنا (۴۰) ایسے شخص کی صحبت اختیار کرنا جو عالم، صوفی تارک الدنیا ہو ذاکر ہو اتباع سنت کا عاشق ہو مسلکوں کے درمیان اونچ نیچ کے بجائے مسلک دینِ محمدی اختیار کرنا (۴۱) اہل تصوف کے طریق میں ایک کو دوسرے پر ترجیح دینے کہ فلاں کی نسبت بڑے زور کی فلاں کی کم ہے ایسی خرافات سے بچ کر رہنا (۴۲) مغلوب الحال لوگوں کو برا نہ کہنا اور خود موافق شرع امور کا پابند رہنا (۴۳) سالک کو چاہئے کہ تنقید نفس کرے یعنی اپنے نفس کو خصائل رذیلہ حرص، امل، غضب، جھوٹ، غیبت، بخل، حسد، ریا، کینہ، کبر سے پاک وصاف رکھے (۴۴) اخلاق محمودہ یعنی صبر، شکر، قناعت، علم، تفویض، یقین، توکل، رضا، تسلیم اپنے نفس میں پیدا کرے (۴۵) یادِ الٰہی سے کسی وقت غافل نہ ہو اور لذت ذکر پر شکر بجالائے (۴۶) کشف وکرامات کا طالب نہ بنے (۴۷) اپنا حال یا کیفیت تصوف غیر قوم یا نا اہل سے نہ کہے (۴۸) سکوت وخلوت کو محبوب رکھے (۴۹) اپنے اوقات کو منضبط رکھے (۵۰) تشویش کو دل میں جگہ نہ دے جو پیش آئے حق کی طرف سے سمجھے غیر اللہ کا خطرہ نہ آنے دے (۵۱) دینی کاموں کو فروغ دیتا رہے (۵۲) نیت خالص رکھے (۵۳) خورد ونوش میں اعتدال رکھے نہ اتنا زیادہ کھائے کہ کسل پیدا ہو نہ اتنا کم کہ عبادت میں ضعف پیدا ہو جائے (۵۴) کسب حلال افضل ہے اگر توکل اختیار کرے تو بہتر ہے، مگر کسی سے طمع نہ رکھے (۵۵) غیر اللہ سے امید وخوف نہ رکھے (۵۶) حق کی طلب میں ہمہ وقت بے چین رہے (۵۷) فقر وفاقہ سے دل تنگ نہ ہو (۵۸) کسی کی غیبت وعیب جوئی نہ کرے عیب پوشی پر عمل کرے (۵۹)

اپنے عیوب کو پیش نظر رکھے (۶۰) کسی سے تکرار یعنی لڑائی جھگڑا نہ کرے (۶۱) مہمان نوازی اور مسافر پروری کرے (۶۲) غرباء و مساکین اور علماء و صلحاء کی صحبت اختیار کرے (۶۳) قناعت و ایثار کی عادت رکھے (۶۴) بھوک اور پیاس کو محبوب رکھے (۶۵) عذابِ الٰہی اور اس کی بے نیازی سے ہر وقت لرزاں رہے (۶۶) ہر وقت موت کا خیال رکھے (۶۷) روزانہ اپنے اعمال کا محاسبہ کرتا رہے (۶۸) نیکی پر شکر بدی پر توبہ کرے (۶۹) صدق مقال و اکل حلال اپنا شعار بنائے (۷۰) غیر مشروع مجلس میں نہ جائے (۷۱) رسومات جہالت سے احتراز رکھے (۷۲) شرمگین، کم گو سبک رنج صلاح جو، نیکوکار و رفتار، باوقار، بردبار رہے (۷۳) ان صفات مذکورہ پر مغرور نہ ہو (۷۴) اولیاء اللہ کے مزارات سے مستفیض ہوتا رہے (۷۵) گاہ بگاہ عوام مسلمین کی قبور پر جا کر ایصالِ ثواب کرے (۷۶) مرشد کا ادب ملحوظ رکھے مرشد کی فرماں برداری کامل طور پر بجالائے (۷۷) نیکوکاری اور اعمالِ حسنہ پر استقامت کی ہمیشہ دعا کرتا رہے (۷۸) ذکر و شغل میں مصروف رہ کر روحانی ترقی حاصل کرتا رہے (۷۹) روحانیت کے راز پوشیدہ رکھے (۸۰) عبادت و ذکر میں خشوع و خضوع اور ذوق و شوق پیدا کرے (سوانح قطبِ عالم رص:۱۶۶)۔

اب میں مناسب سمجھتا ہوں کہ حضرت قطب عالم گنگوہیؒ کے حالات لکھنے سے پہلے علامہ شوکانیؒ کا وہ رسالہ جو تصوف کے بارے میں عربی زبان میں ہے اس کا اردو ترجمہ ہدیۂ ناظرین کردوں تا کہ عوام الناس خصوصاً مسلمانوں میں تصوف کے بارے میں جو غلط فہمیاں پیدا ہو گئی ہیں ان کا ازالہ ہو جائے۔

یہ امر مسلم ہے کہ اہلِ تصوف کے حالات وواقعات پڑھنے سننے سے قلوب کی سختی دور ہو جاتی ہے، کیونکہ یہ ایسا مسلم اصول ہے جس سے احکام شرع کی کیفیت اور برکت کا ادراک حاصل ہوتا ہے، عبادات میں لطف حاصل ہوتا ہے اور اس کی بدولت انسان کے دل میں وہ نور پیدا ہوتا ہے جس کو فراست کہتے ہیں، علامہ شوکانیؒ نے اس رسالہ تصوف کے لکھنے سے پہلے ایک اور رسالہ ''صوادم الحداد المقاطعہ لعلائق مقالات ارباب الاتحاد'' لکھا تھا جس میں صوفیائے کرام پر سخت نکتہ چینی اور طعن وتشنیع کی تھی، چالیس سال کے بعد انہوں نے اپنے خیالات سے توبہ کی ان کی توبہ کے الفاظ بجنسہ نقل کئے جاتے ہیں:

''بقول مؤلف: هذه الرسالة الصوادم الهداد القاطعه لعلائق ارباب الاتحاد، محمد بن على شوكانى غفرله وهو تائب الى الله تعالىٰ من جميع حركات فيها ممالا يرضى الله به عزوجل، وقد طالعتُ بعد تاليفة الفتوحات والنصوص فرأيت ما للتأويل فيه من خلا لاسيما عند هؤلاء الذين هو خلاصة الخلاصه من عباد الله عزوجل۔

ترجمہ: مؤلف رسالہ صوادم الحداد القاطعۃ لعلائق مقالات ارباب الاتحاد محمد علی شوکانی غفرلہ توبہ کرتا ہوا کہتا ہے کہ تمام ان باتوں سے جن کو میں نے رسالہ میں لکھا ہے خلاف مرضی باری تعالیٰ ہیں، لہذا میں ان تمام باتوں سے توبہ کرتا ہوں کیونکہ میں نے اپنی اس تالیف کے بعد حضرت شیخ عربیؒ کی فتوحات اور نصوص بغور مطالعہ کی میں نے

اس میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں پائی ، خصوصاً ان لوگوں کے نزدیک جو تمام بندگان خدائے عزوجل کا خلاصہ ہے۔

حافظ احمد صاحب جو علامہ شوکانیؒ کے صاحبزادے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ حضرت علامہ نے ایک رسالہ لکھا جس کی وجہ یہ ہوئی کہ کسی شخص نے آپ سے تصوف کے بارے میں چند سوالات کیے جن کے جواب میں آپ نے یہ رسالہ لکھا۔

پہلا سوال: یہ ہے کہ تصوف کیا ہے اور کیا اس پر کوئی دلیل بھی ہے؟۔

دوسرا سوال: یہ تھا کہ کیا علم دو قسم کا ہوتا ہے، ظاہری و باطنی اور کیا باطنی علم کو طریقت سے بھی منسوب کیا جاتا ہے؟۔

کیا یہ صحیح بات ہے اور کیا قرآن وحدیث سے اس کا ثبوت ملتا ہے؟۔

علامہ شوکانی کا جواب

اے عزیزو! خدا مجھ کو اور تم کو توفیق خیر عطا فرمائے تصوف محمود کے معنیٰ دنیا سے بے تعلق ہونے کے ہیں یہاں تک کہ اہلِ تصوف کے نزدیک سونا اور مٹی برابر ہے، ایسے ہی لوگوں کی مذمت اور تعریف اس کے نزدیک مساوی ہو خدا کے ذکر میں ہر وقت مشغول رہے، جو شخص ایسا ہوگا وہ سچا صوفی ہے، ایسا شخص روحانی طبیب ہوتا ہے، جو باطنی بیماریوں حسد، کینہ، غرور وغیرہ کا علاج کرتا ہے، ان باطنی بیماریوں اور معاصی کی وجہ سے جو حجاب حائل ہوجاتا ہے اور حکمت کے دروازے بند ہوجاتے ہیں وہ حجاب تصوف کی بدولت ہٹ جاتا ہے اور انسان ظاہری وباطنی غفلت کے حجاب سے پاک وصاف ہوجاتا ہے، پھر وہ ایسے حواس سے دیکھتا اور سنتا ہے کہ حقائق اشیاء کو سمجھنے میں

کوئی مانع نہیں ہوتا، میرے اس دعوے کی دلیل اعلیٰ وہ حدیث ہے جس کو امام بخاریؒ اور دیگر ائمہ حضرات نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے، یہ حدیث قدسی ہے، حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جس نے میرے ولی کے ساتھ دشمنی کی گویا وہ میرے ساتھ لڑائی کے لئے نکل آیا۔

اور ایک روایت کے الفاظ ہیں: کہ میں اس کو اجازت دیتا ہوں کہ وہ میرے ساتھ لڑنے کے لئے تیار ہو جائے، خدائے تعالیٰ فرماتا ہے جن فرائض کا میں نے حکم دیا ہے ان کی ادائیگی سے میرا تقرب حاصل ہوتا ہے بذریعہ نوافل بندہ اوررزیادہ تقرب حاصل کرلیتا ہے، پھر میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں، جب مجھ کو اس سے محبت ہوجاتی ہے تو میں اس کا کان ہوجاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، میں اس کی آنکھ ہوجاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ ہوجاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، میں ہی اس کا پاؤں ہوجاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے، پس وہ میرے ذریعہ سے چلتا پکڑتا سنتا اور دیکھتا ہے، جو کچھ وہ مجھ سے مانگتا ہے میں اس کو دیتا ہوں جس کام کو میں کرنا چاہتا ہوں مجھے اس کے کرنے میں اتنا تردد نہیں ہوتا جتنا اپنے بندے کی روح قبض کرنے میں ہوتا ہے، کیونکہ میرا بندہ موت کو مکروہ سمجھتا ہے اس کے مکروہ سمجھنے کو میں مکروہ سمجھتا ہوں مگر موت سے کسی کو چارہ نہیں۔

اور ظاہر ہے کہ جو شخص حق سبحانہ وتعالیٰ کے ذریعہ سے دیکھتا سنتا پکڑتا ہے اس کے برابر وہ شخص کب ہوسکتا ہے جو غافل ہے جو نورِ فراست سے خالی ہے، اہلِ تصوف پر حقائق کے دروازے کھل جاتے ہیں آنے والے امور منکشف ہوجاتے ہیں۔

دوسری حدیث اس ضمن میں ابو ہریرہؓ سے مروی ہے، فرمایا ہے رسول اللہ ﷺ نے کہ مومن کے دل میں جو نور پیدا ہوتا ہے اس سے مومن آئندہ کے حالات اور دوسرے کے دل کی باتیں معلوم کر لیتا ہے، اسی کو فراست کہتے ہیں اس سے ڈرتے رہنا چاہئے کہ وہ سب کچھ خدا کے نور سے دیکھ لیتا ہے، یہ حدیث شریف صحیح تواتر کی ہے اس کو امام ترمذیؒ نے لکھا ہے۔

ان احادیث سے اولیاء اللہ اور نیک بندوں کے مکاشفات کا ثبوت ملتا ہے، نیز صحیح حدیث میں آیا ہے کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ میری امت میں محدث لوگ ہوں گے جن کو الہام ہوگا جیسے حضرت عمر فاروقؓ کہ آپ سے اکثر و بیشتر ایسی باتیں ظہور میں آئیں جن کو خوارق والہام کہا جاتا ہے، جیسا کہ بوقت خطبہ آپ کا فرمانا: یا ساریة الجبل یعنی اے ساریہ پہاڑ پر چڑھ جاؤ یہ فرمانا آپ کا ان لوگوں کے لئے تھا جو تقریباً ایک ہزار کوس کی مسافت پر تھے ان کو آپ کی آواز کا سننا اس پر عمل کرنا فتحیابی کا باعث بنا۔

اسی ضمن میں قرآن شریف کی یہ آیت: ما کان لنبی ان یکون له اسریٰ حتی یثخن فی الارض یعنی کسی نبی کے لئے یہ سزاوار نہیں کہ ان کے قیدی باقی رہیں بلکہ وہ قتل کر دئے جائیں جب تک کہ وہ زمین میں اچھی طرح کفار کی خونریزی نہ کر لیں۔

مطلب یہ ہے کہ کفار کو قید کر کے مال سمیٹنا مقصد نہیں بلکہ کفر و شرک کا مٹانا مقصد ہے کہ کفار اسلام کے نور سے اپنے قلب کو منور کر لیں اور صفحۂ ہستی سے ان کو مٹا دیا جائے۔

انبیاءؑ روحانی طاقت بڑھانے اور دلوں کی بیماریاں گندگیاں دور کرنے کے لئے مبعوث ہوئے ہیں۔

ایک جگہ ارشاد ہے: ولا تصل علیٰ احد منهم مات ابدا ولا تقم علی قبره یعنی کفار ومشرکین ومنافقین میں سے اگر کوئی مرجائے تو کبھی اس کے جنازہ کی نماز نہ پڑھئے اور نہ دفن کیلئے اس کی قبر پر کھڑے ہوجئے، مطلب ظاہر ہے کہ ان لوگوں نے خدا ورسول کے احکام کی اطاعت نہیں کی یہ لوگ خدا کی رحمت سے دور ہیں آپ بھی ان سے الگ رہیئے۔

ایک جگہ ارشاد ہے: سواء علیهم استغفرت لهم ام لم تستغفر لهم لن یغفر الله لهم یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم برابر ہے کہ ان کے حق میں طلب مغفرت کرو یا نہ کرو خداوند قدوس ایسے لوگوں کو ہرگز نہیں بخشے گا، مطلب یہ ہے کہ منشائے الٰہی یہ ہے کہ دنیا میں نور اسلام پھیلے کفر کی ظلمت مٹے جو اس کام میں سعی کریں گے وہ خدا کی رحمتوں سے نوازے جائیں گے جو اس کے خلاف رہیں گے مومنین کو ان سے علیحدگی اختیار کرنی چاہئے ان کو اپنے زمرہ سے علیحدہ سمجھیں۔

پس بندگانِ خدا میں سے ان تمام صفات سے مکمل متصف جو خدا کی پسندیدہ ہیں اپنے زمانہ میں صرف ایک شخص ہوتا ہے اس سے اس عالم کی زینت ہوتی ہے اس کے پاس بیٹھنے سے دل نرم ہوتا ہے عقلمند لوگ اس سے قرب حاصل کرتے ہیں کبھی اس کی تعلیم نیک بختی کی کیمیا ہے اس کے ارشادات اعلیٰ درجہ کی خیر کی طرف لیجاتے ہیں اس کی صحبت سے قلبی بصیرت حاصل ہوتی ہے، خداوند قدوس نے اہل اللہ کو اس عالم پر بڑا غلبہ عنایت فرمایا ہے، کیونکہ یہ لوگ مخلوق خدا کے دلوں کو خدا کی طرف کھینچتے ہیں اور خدا کی عبادت میں اخلاص پیدا کرتے ہیں خدا پر توکل کے طریقہ سکھاتے ہیں خدائے تعالیٰ

سے قرب حاصل کرنے کی تعلیم دیتے ہیں جن لوگوں کے مقدر میں سعادت دارین ہوتی ہے وہ ان لوگوں کا دامن پکڑ لیتے ہیں۔

چونکہ یہ لوگ نام ونمود سے مبرّا رہتے ہیں گمنامی کی زندگی بسر کرتے ہیں اپنے آپ کو چھپاتے ہیں اس لئے سعادت ہی ان کو پاتے ہیں، جیسے ماضی قریب میں حضرت رائے پوریؒ کی خانقاہ غلبۂ فنائیت کا نشان تھی، حضرت شاہ عبدالرحیمؒ اور حضرت شاہ عبدالقادرؒ کے دیکھنے والے اور صحبت یافتہ بخوبی جانتے ہیں کہ یہ اہل اللہ کس سادگی کے ساتھ اپنے کو چھپاتے ہوتے تھے، اور طالبان صادق کو کس طرح صبغة الله کے رنگ میں رنگ دیتے تھے۔

پس اے طالب! اگر تجھ کو طلب صادق ہے تو ایسے اولیاء اللہ کا پتہ لگا اور ان کا دامن مضبوطی سے تھام، تو دیکھے گا کہ یہ لوگ میزان شریعت اور دینی معیار کی کسوٹی پر کیسے کھرے اترتے ہیں، اور فرمان خداوندی: **لاخوف علیهم ولاهم یحزنون** کی شان ان میں نمایاں نظر آتی ہے اور جو لوگ تصوف سے کورے ہیں ظاہری لبادہ اہل تصوف کا اوڑھے ہوتے ہیں معیار شریعت پر پورے نہیں اترتے تو ان سے دور بھاگ۔

جیسا کہ حدیث میں آتا ہے جو امور ہمارے دین سے نہ ہوں وہ مردود ہیں، ایک حدیث میں ہے کہ تمام بدعتیں گمراہیاں ہیں اور گمراہی دوزخ میں لے جانے والی ہیں، تو ایسے بدعتی خلافِ شرع کام کرنے والوں سے اپنے کو بچائے رکھ ایسے لوگ حقیقی صوفیوں کو مورد طعن وتشنیع بنانے والے ہیں، لیکن ان کے قبیح احوال واقوال سے اصلی صوفیوں پر اعتراض کرنا اور سب کو ایک لائن میں شمار کرنا کسی طرح مناسب نہیں، جو ایسا

کرتا ہے یہ اس کی سراسر بھول اور نادانی ہے، قارئین کے استفادہ کے لئے ایک بزرگ کی حکایت بیان کی جاتی ہے۔

حکایت

پیرومرشد حضرت سری سقطی جو حضرت جنیدؒ کے پیرومرشد ہیں، انہوں نے حضرت جنید سے وعظ فرمانے کو کہا حضرت جنید نے عرض کیا کہ حضرت نہ تو میری زبان صاف ہے نہ میں فصاحت سے کچھ بیان کرسکتا ہوں نہ اپنے کو وعظ و بیان کرنے کے قابل سمجھتا ہوں، حضرت سری سقطیؒ نے فرمایا کہ یہ عذر قابل قبول نہیں یہ گفتگورات کے کسی حصہ میں ہوئی تھی، مگر شہر میں مشہور ہوگیا کہ صبح کو حضرت جنیدؒ جامع مسجد میں وعظ فرمائیں گے، حضرت جنیدؒ ابھی جامع مسجد پہنچے بھی نہ تھے کہ تمام جامع مسجد شہر کے آدمیوں سے بھرگئی اوراس قدر لوگ جمع ہوئے کہ مسجد میں جگہ نہ رہی، باوجودیکہ حضرت جنیدؒ ابھی شیخ کے رتبہ پر بھی نہ پہونچے تھے اور ابھی طریقت کی تعلیم ہی حاصل کررہے تھے، مگر یہ اسرار الٰہی ہیں غرض بعد نماز وعظ کہنے کے لئے تیار ہوئے کہ اس اثناء میں ایک شخص نے آکر سوال کیا کہ حضرت پہلے آپ اس حدیث اتقوا فراسة المؤمن فانه ینظر بنور الله کا مطلب بتائیے؟ حضرت جنیدؒ نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم مسلمان ہوجاؤ مسلمان ہونے کا وقت آگیا ہے۔

وہ شخص آپ کے سامنے آبیٹھا اور کلمہ پڑھ کر عرض کیا کہ میں اس شہر نصاریٰ میں سے ہوں میں نے آپ کے وعظ کا چرچا سنا تو میں اس خیال سے حاضر ہوا کہ اگر حضرت جی نے مجھے پہچان لیا کہ میں کون ہوں اور مجھے اسلام کی دعوت دی تو میں

مسلمان ہو جاؤں گا۔

چنانچہ آپ نے باوجود میرے اسلامی لباس میں ہوتے ہوئے مجھے پہچان لیا کہ میں عیسائی ہوں اس لئے میں مسلمان ہو گیا، وہ شخص حضرت جنیدؒ کی برکت سے ولایت کے درجہ پر پہونچا، غور کرنا چاہئے کہ حضرت جنیدؒ کے باطنی ادراک وفراست کا کیا حال تھا کہ مسلمانی لباس میں عیسائی کو پہچان لیا اور فرمایا اب مسلمان ہونے کا وقت آ گیا، اس طرح اللہ تعالی نے بزرگان دین کو فراست کی نظر عطا فرمائی ہے، ان پر طرح طرح سے فضل ربی ہوتے رہتے ہیں، حق سبحانہ وتعالیٰ آپ کو اور ہم سب کو ان برکات سے مستفیض فرمائے، آمین یارب العٰلمین۔

جو شخص بزرگان دین اہل للہ کے مراتب کا حال معلوم کرنا چاہے اس کو چاہئے کہ انوار الازکیہ، کتاب الحلیہ، صفوۃ الصفوۃ اور سیرۃ النبی ﷺ، سیرت الصحابہ، سیرت اولیاء وغیرہ اپنے مطالعہ میں رکھے۔

جو شخص اہل اللہ کے ملفوظات پڑھے گا یا سنے گا ان کے احوال سے واقف ہوگا خدا کی توفیق اس کے شامل حال ہوگی اور وہ ایک نہ ایک دن ان کے بتائے ہوئے طریقوں پر چلنے لگے گا، کم از کم اولیاء اللہ کے مراتب سے تو واقف ہو ہی جائے گا اور سمجھ لے گا کہ ان حضرات کی صحبت پانے والا بد بخت نہیں ہوتا اور پھر وہ ان کے خلاف لب کشائی کی جرأت نہ کر سکے گا۔

حدیث شریف میں آتا ہے: انت مع من احببت یعنی تو اسی کے زمرہ میں سمجھا جائے گا جس سے تجھ کو محبت ہوگی اس لئے اہل اللہ سے محبت رکھنا ان کی محبت بے کار نہ

جائے گی، اگرچہ ان بزرگوں جیسے عمل نہ ہوسکیں۔

میں سمجھتا ہوں کہ طالب ہدایت کے لئے جس قدر لکھا گیا کافی ہے خدا کیلئے اول وآخر تمام تعریف ہے اور درود وسلام ہو اس کے رسول خیر الانام محمد مصطفیٰ ﷺ پر اور ان کی اولاد پر اور خدا آپ کے صحابہ سے راضی ہو جنہوں نے اپنے افعال واعمال سے ہم کو سیدھی راہ دکھائی، آمین۔

حضرت علامہ شوکانیؒ کے رسالہ کے اختصار کے ساتھ ترجمہ ختم ہوا، انہوں نے اولیاء اللہ کے متعلق جو کچھ لکھا ہے مشاہدہ اور غور وفکر کے بعد لکھا وہ بالکل صحیح لکھا ہے، بڑی ضرورت ہے کہ انسان اولیاء اللہ کے حالات پڑھتا رہے تا کہ اس کے قلب پر ان حضرات کی محبت جاگزیں ہو جائے۔

فرمانِ خداوندی ہے: ومن یتول اللہ ورسولہ والذین آمنوا فان حزب اللہ ھم الغالبون یعنی جو اللہ اور اس کے رسول اور اہلِ ایمان کو دوست رکھے پس بے شک خدا کے گروہ کے لوگ ہی غالب ہوں گے۔

نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: ان من العلم کھیئۃ المکنون لا یعلمہ الا اھل المعرفۃ باللہ، یعنی بے شک بعضے علم چھپے ہوتے ہیں کہ ان کو سوائے اہل معرفت اور عارف باللہ کے کوئی نہیں جانتا، اہل علم اہل معرفت ہی تقویٰ وطہارت اور خشیت الٰہی میں عام آدمیوں سے ممتاز ہوتے ہیں، جن کی بابت ارشاد ہے: انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء یعنی خدا سے ڈرنے والے اس کے بندوں میں سے علماء ہی ہیں، یہ خشیت ظاہری علم سے حاصل نہیں ہوتی جب تک اس کے ساتھ علم باطنی نہ ہو۔

اسی ضمن میں حضرت حکیم الامت مجدد ملت حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی تحریر فرماتے ہیں: الا ان اولیاء الله لا خوف علیهم ولاهم یحزنون o الذین آمنوا وکانوا یتقون لهم البشریٰ فی الحیوٰة الدنیا وفی الآخرة لا تبدیل لکلمات الله ذلک هو الفوز العظیم o فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ نے آگاہ ہو جاؤ اللہ کے ولی نہ ان پر خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے جو لوگ ایمان لائے اور تقویٰ اختیار کیا ان کے لئے دنیا اور آخرت کی زندگانی میں بشارت ہے اللہ کی باتوں میں کوئی تبدیلی نہیں یہی بڑی کامیابی ہے۔

اس آیت میں ولایت کا مدار دو چیزوں پر فرمایا ہے، ایمان اور تقویٰ جس درجہ کا ایمان اور تقویٰ ہوگا اسی درجہ کی ولایت حاصل ہوگی، ادنیٰ درجہ کے ایمان وتقویٰ سے ادنیٰ درجہ کی ولایت حاصل ہوتی ہے جو مومن کو حاصل ہے اس کو ولایت عامہ کہتے ہیں اور اعلیٰ درجہ کے ایمان وتقویٰ سے جو ولایت حاصل ہوتی ہے اس کو ولایتِ خاصہ کہتے ہیں۔

اصطلاحاً ولی وہی شخص کہلاتا ہے جس کو ولایتِ خاصہ حاصل ہو، اس جگہ مقصود بھی ولایت خاصہ کا بیان کرنا ہے، پس ولایتِ خاصہ کیلئے دو چیزیں ضروری ہیں ایمان کامل، اور مکمل تقویٰ مثل نماز روزہ کے یہ بھی ولی بننے کے لئے فرض وواجب کا درجہ رکھتا ہے اور یہ بدون اصلاحِ باطن کے حاصل نہیں ہوسکتی، کیونکہ ایمان کا محل قلب ہے اگرچہ تقویٰ جمیع ظاہری جوارح سے تعلق رکھتا ہے مگر حقیقت میں کامل تقویٰ قلب ہی سے متعلق ہے، جب ایمان وتقویٰ بدون اصلاحِ باطن کے حاصل نہیں ہوتا اور اس کا حاصل

کرنا واجب ہے، چونکہ اس کا مدار جو اصلاح باطن پر ہے اس لئے اصلاح باطن بھی واجب کا درجہ رکھتی ہے، یہ تو ظاہر ہے کہ اگر ادنیٰ درجہ کا ایمان وتقویٰ معدوم ہو تو اعلیٰ درجہ کا تقویٰ حاصل نہیں ہوسکتا پس طالب ولایت کے لئے دو چیزیں واجب ہوئیں، ایک ضروری عقائد اور اعمال کی تصحیح دوسری اصلاح باطن، اب اصلاحِ باطن کے متعلق سمجھئے کہ وہ کیا چیز ہے، ظاہر ہے کہ باطن کے لئے دو قسم کے اوصاف ہیں (۱) محمود (۲) مذموم، تو اصلاحِ باطن کی حقیقت یہ ہوئی کہ اوصاف حمیدہ کو پیدا کرے اور اوصاف مذمومہ سے بچتا رہے (۲) کو تخلیہ (۱) کو تحلیہ کہتے ہیں۔

تخلیہ کی تعریف حدیث شریف کے یہ مختصر اور جامع الفاظ ملتے ہیں الا ان فی الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسد کله و اذا فسدت فسد الجسد کُله الا وهی القلب ترجمہ: بے شک انسان کے بدن میں ایک گوشت کا لوتھڑا ہے جب وہ درست ہوتا ہے تو کل بدن درست رہتا ہے جب وہ بگڑتا ہے تو کل بدن تباہ ہو جاتا ہے، سن لو وہ دل ہے (متفق علیہ)۔

اس طریق تحصیل ولایت کو عرف عام میں تصوف کہتے ہیں، اوصاف حمیدہ کا پیدا کرنا اور اوصاف ذمیمہ کا دور کرنا اصطلاحات صوفیہ میں مقامات کہلاتا ہے، پس معلوم ہوا کہ مقصد اس کا بھی مقامات ہیں، اس مقصد کی تکمیل میں جو محنت کی جاتی ہے اس کو تفصیلی ریاضت کہتے ہیں۔

طریق ریاضت ومجاہدہ اجمالی

طریق ریاضت ومجاہدہ اجمالی کے اصول اہلِ فن تصوف کے ائمہ کے نزدیک

چار ہیں (۱) قلت الکلام (۲) قلت الطعام (۳) قلت المنام (۴) قلت اختلاط مع الانام، غرض ریاضت ومجاہدہ خواہ تفصیلی ہو یا اجمالی اس سے قلب سالک میں استعداد قرب الی اللہ پیدا ہو جاتی ہے اور فضل خداوندی مع قلب سالک کا خاص تعلق جذبی مطلوب حقیقی کے ساتھ پیدا ہو جاتا ہے، اس کو نسبت اور سکینہ اور نور کہتے ہیں، اسی نسبت کے پیدا ہو جانے کا نام وصول ہے۔

زمانۂ سابق میں بوجہ برکت قرب عہد نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام اسی مقام پر بوجہ نسبت قوی پیدا ہو جانے کے وصول کامل حاصل ہو جاتا تھا، لیکن اس زمانہ میں اس مقام پر نسبت ضعیف پیدا ہوتی ہے اس لئے نسبت قویہ اور وصول کامل حاصل کرنے کے لئے اشغال واذکار ومراقبہ کی ضرورت پڑتی ہے، اہل بیعت کو خلافت ومشیخت کا ادنیٰ درجہ اس قوت نسبت کے حاصل ہو جانے پر میسر ہو جاتا ہے، بعدہ حصول نسبت قویہ کے چونکہ مبدأ فیاض سے قلب کو تعلق پیدا ہو جاتا ہے تو پھر اس پر علوم واسرار حالات وآثار کا نزول ہونے لگتا ہے، ان علوم کو حقائق ومعارف اور آثار کو احوال سے تعبیر کیا جاتا ہے، بعض اوقات جذبۂ غیبی سے یا مرشدِ کامل کی توجہ سے اول نسبت حاصل ہو جاتی ہے اس کے بعد مقامات کی تصحیح ہوتی ہے۔

اور یہ اقرب طریق ہے اس زمانہ کے مشائخ کا یہی معمول ہے اور یہی طریقہ طریق عشق سے ملقب ہے، پہلے شخص کو سالک مجذوب مرید اور محبّ کہتے ہیں دوسرے شخص کو سالک اور مراد اور محبوب کہتے ہیں، تقدیم سلوک کو ہدایت کہتے ہیں اور تقدیم جذب کو اختیار کہا جاتا ہے۔

پس ترتیب سلوک اہل طریق حسبِ ذیل ہوئی کہ اول قلب میں ارادہ پیدا ہو پھر اپنے کو کسی پیر کامل کے سپرد کیا جائے جس کو بیعت کہا جاتا ہے، شیخ کامل اجمالی یا تفصیلی ریاضت کرائے جب قلب تعلقات سے خالی ہو جائے تو لازمہ نسبت ہے پھر ذکر و شغل پھر مراقبہ تعلیم میں مشغول ہونا کہ نسبت قوی پیدا ہو جائے، پھر اگر شیخ چاہے اجازت و خلافت دے یا منتظر احوال و معارف کا رہے، اگر قسمت میں ہے تو علوم و آثار کا قلب پر نزول کریں گے ان کے غلبہ کا نام عروج ہے اور منتہیٰ اس کا تجلی بے کیف ہے، بعض اس میں مستغرق رہ جاتے ہیں بعض کو افاقہ ہو جاتا ہے، اس افاقہ کو نزول کہتے ہیں خلافت کاملہ اور مشیخیت علیہ اس مقام پر حاصل ہوتی ہے پس امور مذکورہ کی ترتیب حسبِ ذیل ہے۔

ارادت، بیعت، ریاضت اجمالی و تفصیلی، اذکار، اشغال و مراقبات، احوال و معارف پانچ ہوئے اور پانچ اصطلاحات ہیں۔

یعنی اصطلاحات سائل جزئیہ اغلاط، موانع، وصایا یہ کل دس نکات ہوئے۔

بعض عارفین کا قول ہے کہ جس کے پاس علم باطن کا کچھ بھی حصہ نہ ہو اس کے خاتمہ سوء کا احتمال ہے، علم باطنی سے بے بہرہ لوگوں کے لئے ضروری ہے کہ علوم باطن کی تصدیق اور اسے تسلیم کرتا رہے، منکر کی یہی سزا کافی ہے کہ وہ اس دولت سے محروم ہے۔

حضرت امام غزالیؒ ایک حدیث کا خلاصہ اس طرح تحریر فرماتے ہیں کہ عقائد ضروریہ و اعمالِ ظاہرہ کے علاوہ کوئی چیز اور بھی ہے جس کو احسان سے تعبیر کیا جاتا ہے، چونکہ بدون طریق احسان کے حضور میسر نہیں آئی لاکھوں معتبر مومنوں صدیقوں اور

سالکان کی شہادت موجود ہے اس لئے اس کے غلط ہونے کا احتمال ہی پیدا نہیں ہوتا، اہل باطن کے پاس بیٹھنے والا اپنے اندر ایک نئی حالت محسوس کرتا ہے جو عقائد وفقہ کے علاوہ ہے اس حالت کا یہ اثر ہوتا ہے کہ اطاعت کی رغبت اور معاصی سے نفرت اور عقائد کی پختگی روز بروز ترقی پذیر ہوتی ہے، باطن کے وجود کی یہ بھی قوی دلیل ہے، بہرحال عقل وشعور کا تقاضا تو یہ ہے کہ اہل ذوق بنو اس زمرہ میں شامل ہو جاؤ ورنہ خدا کے لئے بزرگوں کی صحبت کے فیض سے انکار تو نہ کرو۔

مرشد کامل اور پیر طریقت کے چند اوصاف

طالب کو کسی سے بیعت ہونے سے پہلے مندرجہ ذیل اوصاف کے حامل شیخ طریقت کو تلاش کرنا چاہئے۔

(۱) وہ علم شریعت سے بقدر ضرورت واقف ہو خواہ تحصیل علم کتابی ہو یا صحبت علماء کرام سے فیض یافتہ ہو، مفسدہ عقائد سے پاک ہو۔

(۲) متقی ہو یعنی ارتکاب کبائر وصغائر سے اجتناب کرتا ہو۔

(۳) تارک الدنیا وراغب الی الآخرۃ ہو ظاہری وباطنی طاعات پر مداومت رکھتا ہو۔

(۴) مریدوں کی اصلاح کا خیال رکھتا ہو اگر مریدوں سے کوئی امر خلاف شریعت وطریقت سرزد ہو جائے تو ان کو متنبہ کرتا ہو۔

(۵) بزرگوں سے فیض اور صحبت یافتہ ہو ان سے فیوض وبرکات حاصل کرتا ہو، یہ ضروری نہیں کہ اس سے کرامات وخوارق بھی ظاہر ہوتے ہوں۔ نہ یہ ضروری ہے کہ وہ تارک کسب ہو بس دنیا کا حریص نہ ہو۔

طریقِ بیعت سنت نبوی ﷺ ہے

حضرت رسول خدا ﷺ سے علاوہ بیعت اسلام وغزوہ وغیرہ کے مقامات سلوک کی بیعت ثابت ہے اس لئے بیعت کے سنت نبوی ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ بعد میں بوجہ اشتباہ بیعت خلافت کے سلف نے صحبت پر اکتفا کیا پھر بیعت کی جگہ خرقۂ رسم جاری ہوگئی جب وہ رسم خلفاء میں باقی نہ رہی تو اہل تصوف نے پھر اس سنت پر عمل کیا صوفیہ کے اصلاحی لقب کی تشریح اس طرح پر ہے۔

خیر القرون میں صحابی، تابعی تبع تابعین امتیازی القاب تھے پھر خواص کو زہاد وعباد کہنے لگے۔ جب دور فتن بدعات آیا تو اہل زیغ بھی اپنے کو عباد وزہاد کہنے لگے اس وقت اہلِ حق نے اپنے لئے صوفی کا لقب اختیار کیا دوسری صدی ہجری سے مشہور ہے۔

ضروری ہدایت

طالب طریقت وشریعت کو لازم ہے کہ پہلے خوب تحقیق کرلے کہ جس شیخ کے ہاتھ میں ہاتھ دے رہا ہے وہ پیر کامل کسی شیخ کامل کا صحبت وسند یافتہ بھی ہے یا نہیں، بلا سوچے سمجھے اگر مصنوعی پیر کے ہاتھ میں ہاتھ دیدے تو کوئی مدعی حاصل نہ ہوگا، اسی طرح ہر ایک پیر کو لازم ہے کہ وہ اپنے ضمیر سے اپنی جانچ کرکے دیکھ لے کہ میں اس قابل بھی ہوں جو دوسروں کی اصلاح کرسکوں، اگر کوئی پیر بلا سند صحیحہ اور اجازت کے اگر کسی کو بیعت کرے تو عنداللہ ماخوذ ہوگا، ایسے ہی لوگ قطاع الطریق کہلاتے ہیں، نتیجہ وثمرہ شرافت وفضیلت پر منحصر ہے جیسا مجاہدہ اور ریاضت ہوگی اسی کے مطابق فضل ربی شامل حالِ ہوگی۔

حضرت شیخ کی ولادت اور اس کی بشارت

جس طرح نزول باراں سے قبل خاص قسم کی ہوائیں اور بادل کی گرج بارش کا پیش خیمہ ہے یا سگنل اور جھنڈیوں کے اشارات ٹرین کی آمد کے واسطے تمہید ہیں، یا بادشاہوں کی آمد کی اطلاع توپوں کی سلامی سے دیجاتی ہے اسی طرح عادت اللہ یہ بھی ہے کہ دنیا میں شاندار واقعات اور نئے حوادثات کے وقوع سے پہلے تمہیداً اس کے چند ایسے مبادی ضرور ظاہر کئے جاتے ہیں جنہیں آنے والے غیر معمولی واقعات کی علامت یا بشارت کہا جاتا ہے۔

امام ربانی غوث صمدانی قطب عالم شیخ المشائخ حضرت مولانا عبد القدوس گنگوہی قدس سرہ العزیز کی تشریف آوری دنیا کیلئے ایک ابرِ رحمت اور مردہ سنت نبوی کے واسطے ایک احیاء کا پیغام تھا، دین متین کی تجدید اور حمایت اسلامی کی ایک کھلی بشارت تھی جس کے لئے قبل از ظہور مبشرات اور الہامات کا پیش آنا بالکل یقینی تھا۔

کم وبیش دس سال کی عمر تھی کہ قاضی اسماعیلؒ قصبہ ردولی میں اپنے ہم سنوں کے ساتھ کھیلتے کھیلتے حضرت مخدوم العالم شیخ احمد عبد الحق قدس سرہ کی خانقاہ تک پہونچ گئے، خانقاہ کے کسی دریچہ سے باری باری سب بچوں نے جھانک کر حضرت شیخ کی زیارت کی، لیکن قاضی اسماعیل کا نمبر آیا تو حضرت شیخ نے آپ کو طلب فرمایا اور بزرگانہ دست شفقت سر پر پھیر کر حضار کو بشارت دی کہ اس بچے کے صُلب سے قطب وقت تولد ہوگا، چنانچہ وہ وقت آگیا جب زمانہ نے قاضی اسماعیل کی اولاد کو قطب عالم کے نام سے پکارا اور شیخ وقت کی بشارت نے حقیقی صورت اختیار کرکے حضرت عبد القدوسؒ کو دنیا

کے سامنے پیش کیا۔

۸۳۲ھ حضرت شیخ کی ولادت کا سال جس میں گلستانِ معرفت کا یہ گل کھلا اور کھل کر ایک عالم کو مہکا گیا، آٹھویں صدی کا یہ گوہر شاہوار ایک آفتاب بن کر چمکا جس نے دنیا کے ظلمت کدوں کو عرفانی انوار سے سنوارا اور ایمانی روشنی سے چمکا دیا اور نعمانی نسل کو وہ چار چاند لگائے کہ آج گیارہ سو برس پر بھی یہ نام اسی طرح چمک رہا ہے۔

تفصیلِ اجداد

حضرت شیخ کے اجداد میں زوطی فارس سے کوفہ آکر آباد ہوئے اور یہیں آکر امام صاحب کے والد ثابت پیدا ہوئے، یہ زمانہ وہ ہے جبکہ کوفہ مسلمانوں کا دار السلطنت اور علوم وفنون کا مرکز تھا اور حضرت علیؓ کی خلافت تھی زوطی اس وقت مسلمان ہو چکے تھے اس لئے نیک بچے کو امیر المؤمنینؓ کی خدمت میں لیکر حاضر ہوئے جنہوں نے ان کی اولاد کے حق میں علم وعمل کی دعا فرمائی، چنانچہ یہ دعا ایسی تیر بہدف ثابت ہوئی کہ سب سے پہلے امام اعظمؒ پھر آپ کی اولاد میں حضرت قطب جمال ہانسوی اور حضرت شاہ شرف الدین بوعلی قلندر پانی پتی اور ہمارے یہ حضرت قدوسیؒ اور دوسرے بہت سے حامی دین متین پیدا ہوتے چلے آئے اور یہیں تک بس نہیں ہوئی بلکہ اس کے بعد قطب وقت حضرت شیخ ابو سعید اور حضرت شیخ داؤد حضرت شیخ محمد صادق اور اخیر زمانہ میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی بھی اسی بستان کی سرسبز شاخ کہلائے۔

ہندوستان میں ورود

اس کے بعد امام صاحب کے صاحبزادے غالبًا خود احمد یا ان کی اولاد غزنی

آئی جہاں ہلاکوخاں کے زمانہ میں مظالم اور فتن سے گھبرا کر خواجہ نظام الدینؒ دہلی آ گئے نہیں آئے ہوئے زیادہ دن نہیں گزرے تھے کہ قاضی شہاب الدینؒ بھی جو خواجہ نظام الدین کے اقرب عزیز تھے، دہلی پہونچ گئے مگر ایام سال کے حوادث سے یہاں بھی انہیں دلجمعی میسر نہ ہوئی اور گھبرا کر دونوں صاحب بجنور آ مقیم ہوئے ، یہاں آ کر قاضی شہاب الدین کی صاحبزادی عائشہ کا نکاح خواجہ نظام الدین کے صاحبزادے نصیرالدین سے قرار پایا جن کے بطن سے تین اولادیں (رضی الدین، فخرالدین، صفی الدین) پیدا ہوئیں، تینوں صاحبزادے مقتدر عالم اور استاذِ وقت مانے گئے، جن میں مؤخرالذکر نے شاہی دربار سے ملک العلماء کا خطاب حاصل کیا اور قصبہ ردولی میں عہدۂ قضاء پر ممتاز ہوئے، اس کے بعد قاضی درویش کی صاحبزادی صفیہ سے نکاح کیا جن سے قاضی اسمعیل حضرت شیخ قطب عالم کے والد محترم پیدا ہوئے اور سن بلوغ کو پہونچ کر قاضی دانیال کی بہن مریم سے بیاہے گئے ان بی بی کے بطن سے حضرت شیخ عبدالقدوس صاحب پیدا ہوئے۔

سن رشد اور تعلیم و تربیت

ممتاز ہستیوں کا بچپن بھی عام طور پر ممتاز ہی ہوا کرتا ہے، اس لئے حضرت شیخ کے عام حالات بچپن بھی بالکل جداگانہ اور عام بچوں سے مختلف تھے، مکتب میں پڑھنے بٹھائے گئے تو دن میں اسباق یاد کرتے اور راتوں کو عبادت کیا کرتے ، ابتداء ہی سے طبیعت ذہین اور نکتہ رس تھی ، علم صرف پڑھا تو خود بھی ایک رسالہ اس فن میں تصنیف فرمایا، اساتذہ نے دیکھا تو منھ بھر کر کہا علم صرف میں یہی کافی ہے، نحو میں

کافیہ پڑھتے ہوئے اس پر تحشیہ کیا آپ کا اسم مبارک عبدالقدوس مظہرالدین لقب قطب العالم قطب الاقطاب نسباً آپ حضرت امام ابوحنیفہؒ کی اولاد سے ہیں، اس لئے آپ کو حنفی نعمانی کہتے ہیں۔

حضرت شیخ کی ظاہری تعلیم کافیہ کے مبنیات تک تمام ہوگئی تھے اور سوز نہانی کا ایسا غلبہ ہوا کہ تعلیم چھوڑ کر دوسری طرف متوجہ ہوگئے، والد محترم نے مکاتیب لکھنے اور پڑھنے کی مشق کرائی لیکن کچھ عرصہ کے بعد اس سے بھی دست بردار ہوگئے جب کلیۃً تعلیم کو خیر باد کہی تو صرف والدہ زندہ تھیں بڑی پریشان ہوئی اور اپنے بھائی قاضی دانیال حاکم شہر کے پاس جاکر شکایت کی کہ عبدالقدوس پڑھنا لکھنا چھوڑ چکا اس کی ذہانت اور سمجھ سے ہمیں بڑی بڑی امیدیں قائم تھیں، آپ اس پر جبر کریں ورنہ اس کی جہالت خاندان کے لئے کلنگ کے ٹیکے سے کم نہیں ہوگی، قاضی صاحب نے آپ کو بلا یا اور سزا کی دھمکی دیکر سختی کے ساتھ پڑھنے کی ہدایت کی، حضرت شیخ نے عرض کیا پھر دیر ہی کیا ہے؟ میں حاضر ہوں یہ جملہ اچھی طرح ادا بھی نہیں ہوا تھا کہ چند عورتیں گاتی ہوئی قریب سے گذریں، اشعار دردناک تھے چوٹ کھایا ہوا دل تاب نہ لا سکا اور حضرت شیخ کو وجد آگیا قاضی صاحب نے یہ سب کچھ دیکھ کر بہن کو فہمائش کی کہ اس کے حال سے تعرض نہ کریں، ہزار اس نے پڑھنا لکھنا چھوڑ دیا لیکن علم وفضل میں دوسروں سے کم نہیں رہے گا۔

خود ایک روز خواجہ سدہوریؒ سے فرمایا کہ میں نے کچھ پڑھا لکھا نہیں اور خصوصاً علم اصول سے بالکل نابلد ہوں بتلائیے کیا کروں؟ انہوں نے کہا کہ آپ اپنے کام میں

مشغول رہیں اس راستہ میں اصول وفروع سب ہی آجاتے ہیں، چنانچہ صاحبزادے فرماتے ہیں کہ بسا اوقات حسامی اور شرح منار کے مشکلات میں اور دوسرے اساتذہ وقت حضرت شیخ سے حل کراتے، علم کلام میں شرح صحائف کے مغلقات نہایت خوبی کیساتھ سلجھاتے اور عجیب وغریب تحشیہ فرمایا۔

نکاح

۲۱ / ربیع الاول ۸۶۲ھ بروز جمعہ وقت شب آپ کا نکاح بی بی نظام خاتون بنیاداً دخترام کلثوم بنت حضرت شاہ مصطفیٰ عارف حق صاحب سے منعقد ہوا اور دس اولادیں پیدا ہوئیں۔

باقیات صالحات یعنی صلبی اولاد

کل اولاد دس، صاحبزادے (۱) حضرت شیخ حمید الدین (۲) حضرت شیخ احمد (۳) حضرت شیخ علی (۴) حضرت شیخ محمد محدث (۵) حضرت شیخ عبد السلام (۶) حضرت نظام الدین (۷) حضرت قطب الدین (۸) حضرت محی الدین (۹) حضرت ابوسعید (۱۰) حضرت شیخ مولانا رکن الدین رحمہم اللہ۔ جن مین سے پانچ اول کے اور ایک اخیر کے عمر طبعی کو پہونچے اور بقیہ چار بچپن ہی میں انتقال کر گئے اور شاہ آباد میں مدفون ہوئے ان کے علاوہ چھ صاحبزادوں میں سے صرف دو (حضرت شیخ احمد اور حضرت شیخ مولانا رکن الدین) کے متعلق خلافت کا پتہ چل سکا ہے، لیکن ان دونوں میں مؤخر الذکر خاص طور پر قابل ذکر ہیں، جنہیں علم ظاہری کے علاوہ کہ دہلی رہ کر تحصیل علم کیا باطنی علوم میں باپ کی کافی وراثۃ پہونچی، چنانچہ خود ایک موقعہ پر حضرت شیخ فرماتے

ہیں کہ اگر حق تعالیٰ نے مجھ سے سوال کیا کہ ہمارے لئے کیا لیکر آیا تو جلال الدین تھانیسری اور رکن الدین کو پیش کردوں گا (سیر الاقطاب)۔

ان چھ صاحبزادوں میں سے حضرت شیخ حمید الدین، شیخ علی اور حضرت مولانا رکن الدین تو روضۂ شریفہ میں باپ کے پاس آرام فرماہیں جیسا کہ عنقریب نقشہ سے معلوم ہوجائے گا ان شاء اللہ اور حضرت شیخ محمد محدث و حضرت شیخ عبدالسلام دروازہ کے دائیں بائیں ان دونوں کے مرقد ہیں، البتہ حضرت شیخ احمد کا مزار شاہ آباد ہی میں ہے۔

خاندان کے بعض حضرات کے حالات

حضرت مولانا رکن الدین صاحب علیہ الرحمہ جب دہلی سے پڑھ کر واپس گنگوہ تشریف لائے تو معلوم ہوا کہ والد محترم حضرت شیخ عبدالقدوس صاحب سماع سنتے ہیں یہ سماع قوالی نہیں ہوتی تھی بلکہ عشق الٰہی کے اشعار گنگناتے رہتے تھے، انہیں کو کسی وقت دوسروں سے بغیر مزمار و تصفیق وغیرہ کے سن لیتے تھے، اس کو حضرت مولانا رکن الدین صاحب نے عرض کیا کہ آپ سماع سنتے ہیں اور ہم نے پڑھا ہے کہ سماع سننا جائز نہیں ہے، اس پر فرمایا کہ اگر نا جائز ہے تو نہیں سنیں گے، چنانچہ چند دن اس کو ترک کردیا اس کے بعد ایک روز حضرت شاہ عبدالقدوس صاحبؒ نے مولانا رکن الدین صاحبؒ سے فرمایا کہ ہمارا بدن دباؤ چنانچہ دبایا تو بدن پر مختلف کٹاؤ کے نشانات جس طرح درخت کی جڑ میں ہوجاتے ہیں اس طرح کے نشانات حضرت مولانا عبدالقدوس صاحبؒ کے بدن پر ہورہے ہیں، حضرت مولانا رکن الدین نے دریافت کیا ابا جان یہ کیا ہے؟ حضرت مولانا عبدالقدوس صاحبؒ نے فرمایا کہ عشق الٰہی کی گرمی ہے، پہلے ہم

سماع سن لیا کرتے تھے یہ عشق الٰہی کی گرمی نکل جاتی تھی، اب آپ نے منع فرمادیا کہ یہ شرعاً جائز نہیں ہے تو ہم نے سماع کو ترک کردیا چونکہ شریعت کا اتباع لازم اور ضروری ہے اس لئے اب وہ گرمی بدن پھوٹ پھوٹ کر نکل رہی ہے، اس پر حضرت مولانا رکن الدین صاحبؒ نے عرض کیا کہ ابا جان آپ کے لئے علاجاً سماع سننا حلال ہے۔

اسی طرح ایک مرتبہ بادشاہ وقت کی طرف سے ایک محتسب آیا ہوا تھا پہلے محتسب ہوا کرتے تھے کہ اگر کوئی شخص شریعت کے خلاف عمل کرتا تھا وہ محتسب صاحب زبردستی اس کو شریعت کے احکامات پر عمل کراتے تھے، اس کو معلوم ہوا کہ حضرت شیخ عبدالقدوس صاحب سماع سنتے ہیں وہ محتسب گنگوہ میں بازار پیٹھ والی مسجد کے پاس جو حضرت شاہ نیک مرد کا مزار ہے وہاں پر قیام کیا اور حضرت شیخ عبدالقدوس صاحب کے پاس ملاقات کے لئے آیا اور عرض کیا کہ ہم نے سنا ہے کہ آپ سماع سنتے ہیں، میں حاکم وقت کی طرف سے اس کو روکنے کیلئے حاضر ہوا ہوں یہ سماع شرعاً جائز نہیں ہے، اس پر حضرت شیخ عبدالقدوس صاحبؒ نے جواب دیا کہ اگر سماع جائز نہیں ہے تو ہم ہرگز نہیں سنیں گے، لیکن ایک دن گھر سے نماز کیلئے مسجد تشریف لا رہے تھے کہ کوئی عورت چکی میں آٹا پیس رہی تھی اور کچھ عشقیہ اشعار گا رہی تھی حضرت کو فوراً وہ اشعار سنتے ہی وجد آ گیا اور حضرت شیخ نے فرمایا کہ بلاؤ محتسب صاحب کہاں ہیں، اب ہم کو وہ سماع سے منع کرے اب ہم سے رُکا نہیں جاتا ہے، چنانچہ محتسب صاحب حاضر خدمت ہوئے اور حضرت پر وجد کی کیفیت طاری تھی محتسب کا ہاتھ پکڑا اور کچھ اشعار ایسے انداز سے پڑھے کہ محتسب صاحب کو بھی وجد آ گیا جب وجد ختم ہوگیا تو محتسب صاحب نے فرمایا کہ حضرت معذور ہیں ان پر گرفت نہیں کی جاسکتی ہے۔

ایک مرتبہ حضرت شیخ کی خانقاہ میں ذکر ہورہا تھا مجمع کثیر تھا ایک صاحب کو ذکر کی حالت میں وجد آیا اور وہ فوراً کنویں میں جو اس کے برابر میں تھا اس میں گر گیا، حضرت شیخ کو اطلاع کی گئی حضرت نے فرمایا کنویں کے برابر میں بیٹھ کر ذکر کیا جائے اگر وہ شخص سچا ہے جس طرح کنویں میں گیا ہے اسی طرح ضرب لگا کر باہر آجائے گا اور اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کا مرجانا بہتر ہے، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اس شخص پر وجد طاری ہوا اور الا اللہ کی ایک ضرب ایسے انداز سے لگائی وہ فوراً باہر آ گیا۔

تلاوت قرآن پاک

ایک زمانہ تک تلاوت قرآن کا شوق غالب رہا انہیں ایام میں ایک مرتبہ خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی کہ زبان مبارک حضرت کے دہن میں دیکر قرآن پڑھنا سکھلا رہے ہیں، چنانچہ حضرت شیخ غالباً اسی کے بعد علم تجوید سے واقف ہوئے اور اس فن میں ایک رسالہ فوائد القراءۃ بھی تصنیف فرمایا، رمضان کے مہینہ میں تین مرتبہ قرآن ختم کرنے کا معمول تھا، اپنے معمولات کو نہاییت سختی سے نبھاتے تھے۔

اہلیہ محترمہ

یہ بی بی الطیبات للطیبین کے مطابق غایت درجہ عابدہ اور متقی تھیں، دو پارے قرآن پڑھنے کا ہمیشہ کا معمول تھا، روزمرہ کے مسائل شرعیہ سے اچھی طرح واقفیت تھی اکثر شرعی مسائل کا مطالعہ کرتیں اور اشراق وچاشت اور تہجد وغیرہ کا التزام تھا، جب وضو کرنے بیٹھتیں تو دنیا کی باتیں بالکل نہ کرتیں، یہاں تک کہ ساری نماز سنت اور نوافل وغیرہ سے فارغ ہوجاتیں، صاحب کشف بھی تھیں۔

بابر کا پہلا واقعہ

ایک مرتبہ صبح کے مراقبہ میں معلوم ہوا کہ خراسان کی طرف سے ایک خوفناک آگ چلی آرہی ہے اور جو چیز سامنے آتی ہے اسے جھلس دیتی ہے بیٹوں سے تذکرہ کیا کہ عنقریب کوئی مصیبت آنے والی ہے تم لوگ حضرت شیخ سے دعا کیلئے عرض کرو حضرت شیخ دعا کیلئے ہاتھ اٹھاتے ہیں لیکن پھر نیچے کر لیتے ہیں اور ارشاد فرمایا کہ اجازت نہیں ملی جو کچھ مقدر ہو چکا وہ ہو کر رہے گا، چنانچہ پھر بابر بادشاہ نے حملہ کیا اور وہ اپنے حملہ میں کامیاب ہوا اور اس نے تمام ان لوگوں کو قید کر کے دہلی پہونچایا جن کو اپنی ترقی میں اس نے مانع سمجھا اس لئے حضرت شیخ عبدالقدوس صاحبؒ کو بھی بابر بادشاہ نے اپنی ترقی میں مانع سمجھا ہوگا اس لئے حضرت شیخ کو بھی گرفتار کر کے دہلی لیجایا گیا اور حضرت شیخ عبدالقدوس صاحب کو اپنے شیخ کی جانب سے جو دستار عنایت ہوئی تھی اس سے حضرت کی مشکیں باندھی گئی مشکیں باندھنے کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ پیچھے کر کے ان کو مضبوط باندھ دیا جاتا ہے حضرت حکیم نھومیاں صاحبؒ نے جب یہ واقعہ سنایا تو ارشاد فرمایا کہ راستہ میں حضرت شیخ کے کوئی دوست مل گئے جیسے سلمان کو خوشنود مل جائے یا خوشنود کو راستہ میں سلمان مل جائے اور ان دوست نے سوال کیا کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ اس پر حضرت شیخ نے جواب دیا دستار پیران مادر گلوئے ما۔

بابر کا دوسرا واقعہ

اس مضمون میں بابر کے ہندوستان پر حملہ کی بات آئی ایک مجلس میں حضرت فقیہہ الامت مفتی محمود حسن صاحبؒ نے ارشاد فرمایا کہ جس وقت بابر ہندوستان پر حملہ کرنا چاہتا تھا اس دوران اس حملہ کی شہرت تھی، پہلے زمانہ میں بھٹیارے ہوتے تھے ان

کے یہاں آکر مسافر ٹھہرتے تھے وہ بھٹیارے مسافر کے ٹھہرنے کے ساتھ ساتھ کھانے کا بھی انتظام کرتے تھے، ایک بھٹیارے کے اسی دوران ایک مہمان ٹھہرا بھٹیارن نے اس کے لئے کھانے وغیرہ کا انتظام کیا مہمان نے جب پہلا نوالہ اٹھانے کا ارادہ کیا تو بھٹیارن نے فوراً اس مسافر سے سوال کیا کہ ارے تو بابر ہے کیا؟ کیونکہ حملہ کرنے سے قبل یہ لوگ جس حکومت پر حمل کرنا ہوتا ہے تو وہاں کا جائزہ لینے کیلئے سادہ لباس میں آتے ہیں اس مسافر نے وہ نوالہ اسی پلیٹ میں رکھدیا اور اس بھٹیارن سے معلوم کیا کہ تو کیسے پہچانی کہ میں بابر ہوں اس نے جواب دیا کہ تو نے پلیٹ کے درمیان سے لقمہ اٹھایا ہے اور بادشاہ سب سے پہلے شہر اور ملک کی دار السلطنت پر حملہ کرتا ہے اور دار السلطنت ملک کے درمیان میں ہوتا ہے اس لئے میں پہچانی کہ تو بابر بادشاہ ہے، بابر نے کہا کہ میں بابر ہی ہوں لیکن کسی سے اس کا تذکرہ مت کرنا، اس کے بعد بابر نے ہندوستان پر حملہ کیا اور کامیاب ہوا اس کے بعد بابر نے اس بھٹیارن کو بلا کر دریافت کیا کہ تیرے یہاں کوئی لڑکا ہے میں اس کو اپنا وزیر بنانا چاہتا ہوں بھٹیارن نے کہا کہ لڑکا تو ہے لیکن اس کو تیرا وزیر نہیں بناؤں گی بابر نے کہا کہ وزیر سے نیچا عہدہ میں اس کو سپرد کرنا چاہتا ہوں بھٹیارن نے اس سے بھی انکار کیا اس کے بعد بابر بادشاہ نے معلوم کیا کہ تیرے لڑکے کو کوئی عہدہ دینا چاہتا ہوں تو ہی بتلا اس کے لئے تجھے کیا عہدہ پسند ہے؟ بھٹیارن نے کہا اس میرے بیٹے کو جتنے یہاں بھٹیارے ہیں ان سب کا چودھری بنادے اور کچھ تھوڑا سا ٹیکس ان پر مقرر کردے بابر نے کہا کہ میں یہ تو کردوں گا لیکن تو یہ بتلا کہ تو نے اس کے لئے نہ تو وزیر بننا پسند کیا اور نہ کوئی اور عہدہ اس کے لئے پسند کیا، صرف

بھٹیاروں کا چودھری بننا کیوں پسند کیا؟ بوڑھی عورت نے کہا کہ آدمی کی قدر اس کی قوم ہی میں ہوتی ہے اگر میں تیرا وزیر اس کو بنادوں گی تو سامنے تو سب اس کو سلام کریں گے لیکن بعد میں ہر ایک یہ کہے گا کہ بھٹیارن کا ہے اس لئے کوئی اس کی تعظیم نہیں کرے گا۔

حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی میرٹھی تذکرۃ الرشید رص:۲۲۷ /ج:۲/ پر تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ نے عید کی نماز پڑھانے کے بعد آپ نے خطبہ سنایا احکام و مسائل اردو میں بیان کئے اور اثنائے بیان ارشاد فرمایا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر دنیا کی حقیقت اللہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے پر کی برابر بھی ہوتی تو کافر کو اس کا ایک گھونٹ بھی نہ دیتا اس کے بعد حضرت شیخ عبدالقدوسؒ کے زہد کا ذکر فرمایا کہ حضرت شیخ کی ترک دنیا کی یہ حالت تھی کہ صرف ایک کرتہ میں تمام عمر گذار دی، جہاں سے کرتہ پھٹ جاتا گلی کوچہ سے کپڑے وغیرہ کا ٹکڑا چیتھڑا اٹھا کر پاک کرتے اور اس کا پیوند لگا لیا کرتے تھے، صرف اتنے بیان پر حاضرین کی جو حالت تھی وہ انہیں سے پوچھنی چاہئے، سینکڑوں آنکھیں آنسو بہانے لگیں اور بہتیروں کی چیخیں نکل گئیں۔

مؤرخہ ۳۰ رصفر المظفر ۱۴۱۰ھ بروز شنبہ کو احقر حضرت مولانا حکیم عبدالرشید محمود عرف حکیم ننھو میاں صاحبؒ کے پاس حاضر ہوا، حضرت حکیم صاحب نے ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ نے عیدگاہ میں مختصر وعظ فرمایا زہد عن الدنیا ورغبۃ الی الآخرہ کے بارے میں، اس میں بتلایا کہ بعض حضرات نے شیخ عبدالقدوس صاحبؒ سے عرض کیا کہ حضرت! فقیری کوئی پھٹے ہوئے کپڑوں ہی میں تو نہیں ہے کیا اچھا ہو کہ حضرت کوئی نیا کپڑا سلوا کر اس کو پہن لیا کریں، کیونکہ حضرت شیخ

عبدالقدوس صاحب کا معمول یہ رہا کہ جب کپڑا پھٹ جاتا تو کوڑی وغیرہ پر کوئی پھٹا پرانا چیتھڑا مل جاتا تو اس کو دھوکر سکھا کر اپنے پہنے ہوئے کپڑے میں پیوند لگا لیا کرتے تھے، اس پر حضرت شیخ عبدالقدوس صاحب نے فرمایا کہ بھائی مجھ کو حلال اتنے پیسے میسر نہیں ہیں کہ میں نیا کپڑا بنوالوں اس کی خبر جب حضرت شیخ جلال الدین تھانیسریؒ کو ہوئی جو کہ آپ کے اجلِّ خلفاء میں سے تھے اور تھانیسر میں آپ کا مزار مبارک ہے انہوں نے محنت ومزدوری کر کے ۴۰/ ٹکے حاصل کئے اور ان کو آج کل کی اصطلاح میں ۴۰/ پیسے کہنا چاہئے وہ لاکر حضرت شیخ عبدالقدوس صاحبؒ کو دیئے ان سے حضرت نے ایک کرتہ اور ایک عمامہ بنایا جس کو حضرت شیخ عبدالقدوس صاحبؒ نے چالیس سال پہنا ہے جس کی آج ۲۳/ جمادی الآخرہ کو زیارت کرائی جاتی ہے، احقر راقم الحروف نے حضرت حکیم نھو میاں سے دریافت کیا کہ حضرت گنگوہیؒ نے بھی کبھی اس کی زیارت کی ہے؟ اس پر فرمایا کہ ہاں ایک مرتبہ میاں قریش جو اس وقت کے سجادہ تھے ان کے والد تھے قمیش اور ان کے والد تھے شاہ جی درویش ان کے والد تھے شاہ جی محمد حسین یہ حضرت گنگوہیؒ سے بیعت تھے، حضرت فقیہ الامتؒ نے فرمایا کہ پورے سال یہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ سے مسئلہ معلوم کر کے عمل کرتے تھے اور پورے سال حضرت گنگوہیؒ کے پیچھے تہجد کی نماز پڑھا کرتے تھے، کیونکہ حضرت گنگوہیؒ پورے سال تہجد کی نماز خانقاہ میں ہی تشریف لاکر پڑھتے تھے اور بالجہر تہجد میں تلاوت کرتے تھے، سوائے عرس کے تین دنوں میں۔

بہرحال حضرت گنگوہیؒ نے ان شاہ جی محمد حسین صاحبؒ سے کہا کہ بھائی ہمارا

بھی جی چاہتا ہے کہ حضرت شیخؒ کے اس جبہ کی زیارت کریں لیکن اس مجمع عام میں نہیں انہوں نے عرض کیا کہ اچھی بات ہے آپ کو انشاءاللہ موقع دیا جائے گا، اس پر شاہ جی محمد حسین صاحبؒ نے ایک مرتبہ اس کو دھوپ لگانے کیلئے نکلوایا اور آپ کو اطلاع کی کہ میں نے اس کو نکلوایا ہے آپ اس کو دیکھ لیں تب حضرت گنگوہیؒ نے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری و حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند، حضرت مولانا حافظ احمد صاحب حضرت قاری محمد طیب صاحب کے والد محترم کے پاس اطلاع بھیجدی ان سب حضرات کو ساتھ لیکر حضرت گنگوہیؒ اس کی زیارت کر کے آئے، اسی کی یاد کو تازہ کرنے کے لئے میاں قریش نے دو سال سے مجھ کو بھی اس کا موقع دیا کہ زیارت کے دو چار دن بعد جب عرس کا ہجوم کم ہو جاتا ہے تو میرے پاس وہ اطلاع بھیجدیتے ہیں کہ آج میں اس جبہ کو رکھنے کا ارادہ کر رہا ہوں اگر آپ اس کی زیارت کرنا چاہیں تو تشریف لے آویں، سالِ گذشتہ تو میں تنہا ہی گیا تھا امسال خوشنود میرے پاس تھے تو میں ان کو ساتھ لیکر زیارت کیلئے گیا تھا، تقریباً ایک گھنٹہ انہوں نے مجھے وہاں بیٹھنے کا موقعہ دیا میں وہاں پر بیٹھا ہوا کچھ ایصالِ ثواب کرتا رہا اور دعا کرتا رہا یا اللہ یہ جبہ تیرے مخصوص بندے نے عرصہ دراز تک اس کو زیب تن کیا ہے پہنا ہے اگر تو ایسے موقعہ پر دعاؤں کو قبول کرتا ہو جیسا کہ ہم نے سنا ہے کہ تو ایسے موقعہ پر دعاؤں کو قبول کرتا ہے تو میری یہ دعا قبول فرما یہ دعا قبول فرمالیجئے وہاں سے واپس آنے کے بعد مجھے احساس ہوا کہ مجھ کو وہاں پر نوافل پڑھنی چاہئے تھیں، کیونکہ متبرک مواقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز کا پڑھنا ثابت ہے، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

مغرب

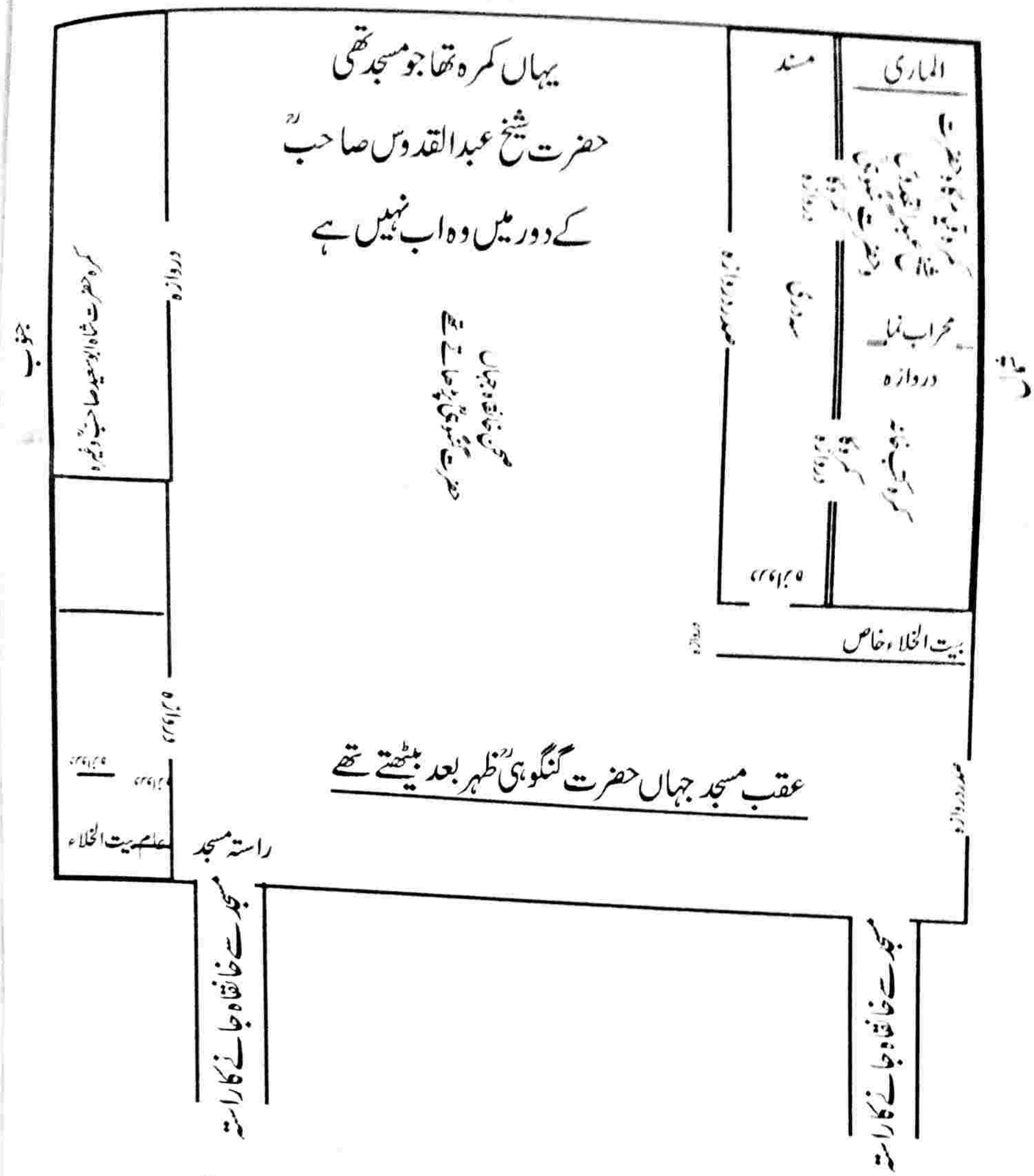

رشیدی قدوسی خانقاہ کا نقشہ دیا گیا ہے اس نقشہ کو تین حصوں پر تقسیم کیا گیا ہے:

(۱) خانقاہ کا نقشہ جو سامنے ہے اس کے علاوہ دو نقشے اور بنائے گئے ہیں،

یہی وہ کمرہ ہے جس میں حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نوافل سے فارغ ہو کر حجرہ میں تشریف لے گئے اور حق تعالیٰ سے مناجات میں مشغول ہو گئے، اسی رات آپ کی دو انگلیوں خنصر اور بنصر میں ناخن سے کچھ نیچے کسی زہریلے جانور نے کاٹا مگر حضرت کو صلوٰۃ

میں محویت کے سبب احساس بھی نہ ہوا، صبح کے وقت حسبِ معمول جب آپ مسجد میں آنے لگے تو کپڑوں پر خون کی سرخی کسی خادم نے دیکھی اور آپ سے عرض کیا کہ کرتہ خون سے آلود ہے، چونکہ اسفار ہولیا تھا طلوع قریب تھا اس لئے جلدی سے آپ نے کپڑے بدلے اور نماز پڑھائی، نماز سے فارغ ہوکر جب آپ چارپائی پر تشریف لائے اور کھڑاؤں سے پاؤں نکال کر اوپر رکھا تو انگلیوں پر خون جما ہوا نظر پڑا تب تو متوسلین کا فکر بڑھا اندر سے مصلیٰ لاکر دیکھا گیا تو خون میں تر تھا اور دبیز روئی پر جانماز کے نیچے تک اثر پہونچا ہوا تھا، آقا کی تکلیف سے خدام کی پریشانی کچھ اختیاری بات نہیں ہے جتنے لوگ بھی اس وقت حاضر تھے سب سراسیمہ تھے، کسی کا خیال تھا کہ رگ کا منھ کھل کر خود بخود خون جاری ہوگیا اور کسی کی رائے تھی کہ چوہیا نے کاٹا ہے، مگر حضرت نے جب فرمایا یہی فرمایا کہ مجھے تو کسی کے کاٹنے کی نہ اس وقت کچھ تکلیف ہوئی اور نہ کوئی اب درد یا تکلیف ہے، انگلیوں کے خفیف زخم کی جانب سے چونکہ آپ نے اس قدر استغناء برتا کہ مکھی بیٹھنے کی حفاظت کے لئے لعاب لگے ہوئے کاغذ کے علاوہ کوئی دوا بھی استعمال نہ فرمائی اس لئے خادموں کے ذہن بھی اس سے خالی تھے کہ یہی زخم وصال کا مقدمہ اور انتقال کا پیش خیمہ ہے، یہاں تک کہ ۲۷/ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۳ھ مطابق ۳۱/ جولائی ۱۹۰۵ء یوم دوشنبہ کو بعد نماز عشاء جبکہ آپ چارپائی پر لیٹ رہے اور خدام بدن دبانے لگے یکایک لرزہ محسوس ہوا اور خوب زور سے بخار جاڑہ چڑھا، تھوڑی دیر بعد جاڑہ تو رفع ہوگیا مگر بخار کی اس درجہ زیادتی ہوئی کہ چادر کے اوپر ہاتھ رکھنا مشکل ہوگیا،

سہ شنبہ کا تمام دن شدت بخار میں گزرا اور اتفاقی بخار سمجھ کر معمولی طور پر دوا استعمال میں آئی لیکن چہار شنبہ کو بھی جب بخار کی وہی حالت رہی تو فکر بڑھا اور صاحبزادہ حکیم مسعود احمد صاحب دام مجدہ نے مستعدی کے ساتھ تدبیر علاج شروع فرمائی، جمعہ کے روز مولوی حکیم محمد اسمعیل صاحب اتفاقیہ بمبئی سے تشریف لائے انہوں نے اپنے مربی روحانی استاذ وشیخ کے مرض کی یہ حالت دیکھ کر معالجہ شروع کیا، چونکہ انگلیوں پر جہاں خون نظر آیا تھا نیگوں چھالے پڑ گئے اس لئے یہ بھی خیال ہوا کہ شاید سانپ کا کاٹا ہوا ہے اور بعض کا خیال سحر کی جانب بھی تھا کہ پہلے مرض کی طرح کیا عجب ہے یہ بھی کسی دشمن کا ثمرہ عداوت ہو، چنانچہ اس کی بھی تدابیر عمل میں لائی گئیں، کوئی تدبیر کارگر اور کوئی دوا نافع وسودمند نہ ہوئی پاؤں پر دن بدن ورم بڑھتا اور اوپر کو چھڑتا رہا، مرض جسمانی کا زور زیادہ ہوتا اور کرب ظاہر ہے لحظہ بلحظہ ترقی کرتا رہا، یہاں تک کہ باختلاف روایت ۸ یا ۹ جمادی الثانیہ ۱۳۲۳ھ مطابق ۱۱/اگست ۱۹۰۵ء کو بیوم جمعہ بعد اذان یعنی ساڑھے بارہ بجے آپ نے دنیا کو الوداع کہا اور اٹھتر سال سات ماہ تین یوم کی عمر میں رفیق اعلیٰ کی جانب ہنستے اور مسکراتے ہوئے سدھار گئے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ کو چھ روز پہلے سے جمعہ کا انتظار تھا بیوم شنبہ دریافت فرمایا تھا کہ آج کیا جمعہ کا دن ہے؟ خدام نے عرض کیا کہ حضرت آج تو شنبہ ہے اس کے بعد درمیان میں بھی کئی بار یوم جمعہ کو دریافت کیا حتیٰ کہ جمعہ کے دن جس روز وصال ہوا صبح کے وقت پھر دریافت فرمایا کہ کیا دن ہے اور جب معلوم ہوا کہ جمعہ ہے تو

فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون (تذکرۃ الرشید ص:۲۳۱)۔

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کے انکسار اور تواضع کا یہ عالم تھا کہ کبھی کسی تقریر سے اپنی خوبی کا کچھ بھی اثر ظاہر ہوا تو معاً اس کی تردید فرماتے اور اپنے سے اس انتساب کی نفی فرمادیا کرتے تھے، ایک بار حضرت شیخ عبدالقدوسؒ کے خرقہ کا تذکرہ فرمارہے تھے کہ پچاس برس حضرت کے بدن پر رہا ہے اسی ضمن میں فرمایا اسی حجرہ میں حضرت شیخ اور شیخ جلال الدین تھانیسری رہا کرتے تھے، بیچ مین دیوار حائل تھی سو کہاں تو فقر کا یہ حال تھا اور اب اسی حجرہ میں دنیا بھری پڑی ہے (تذکرۃ الرشید ص:۱۶۹/ج:۲)۔

اس خانقاہ میں چار دور بقول حضرت فقیہ الامتؒ ایسے گزرے ہیں کہ یہاں پر ذکر جہری تہجد کے وقت ہوتا تھا اور دور دور تک ذکر کی آوازیں جایا کرتی تھیں، چنانچہ ایک سلسلۂ گفتگو کے اندر حضرت فقیہ الامتؒ نے فرمایا کہ جہاں قاری شریف احمد صاحبؒ کا مدرسہ ہے یعنی تھانہ کے قریب وہاں بلکہ اس سے آگے تک ذکر اللہ کی آوازیں جاتی تھیں، نیز حضرت فقیہ الامت مفتی محمود حسن صاحبؒ نے ارشاد فرمایا کہ ابتدا میں چونکہ گنگوہ سے سہارنپور کے لئے بسیں نہیں چلتی تھیں بلکہ گھوڑے تانگے عشاء بعد سہارنپور سے گنگوہ کے لئے چلتے تھے اور اندھیری راتوں میں جب تھانہ گنگوہ کے پاس گھوڑا تانگہ پہونچتا تھا اور ذکر اللہ کی آواز کانوں کے اندر آتی تھی تو سمجھتے تھے کہ گنگوہ آگیا، اسی طرح گنگوہ سے عشاء بعد تانگہ چلتے تھے اور فجر کی اذان پر سہارنپور پہونچتے تھے، بعض مرتبہ راستہ میں چور اور ڈاکو بھی مل جاتے تھے، چنانچہ ایک مرتبہ مولانا لطف اللہ صاحب علی گڈھی کی بچی گنگوہ بیاہی ہوئی تھی حضرت مولانا بچی کو بعد

عشاء تانگے میں لیکر چلے تو راستہ میں ڈاکو مل گئے، حضرت مولانا لطف اللہ صاحبؒ نے ڈاکوؤں سے کہا بھائی تم کو جان وعزت چاہئے یا مال؟ انہوں نے کہا کہ حضرت ہم کو تو مال چاہئے ہم جان وعزت کا کیا کریں گے، حضرت مولانا نے ارشاد فرمایا کہ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ ہم پورا مال یعنی زیور تم کو دیدیں گے ہم کو کچھ نہ کہنا، ڈاکوؤں نے کہا ٹھیک ہے اس کے بعد حضرت مولانا لطف اللہ صاحب نے بچی سے فرمایا کہ بیٹی پورا زیور نکال کر ایک رومال میں باندھ دو لڑکی چونکہ مطیع وفرمانبردار تھی اس لئے پورا زیور رومال میں باندھ کر والد صاحب کو دیدیا، والد صاحب نے وہ زیور ڈاکوؤں کے حوالہ کردیا، ڈاکو لیکر چلے گئے تھوڑی دیر بعد لڑکی نے عرض کیا کہ ابا جان ایک انگوٹھی غلطی سے رہ گئی، مولانا نے ارشاد فرمایا کہ بیٹی ہم نے وعدہ کرلیا تھا کہ ہم پورا زیور آپ لوگوں کو دیدیں گے، اب اس انگوٹھی کا رکھنا ہمارے لئے جائز نہیں ہے، لہذا یہ انگوٹھی بھی دو، چنانچہ حضرت مولانا نے وہ انگوٹھی لی اور تانگا رکوایا اور ڈاکوں کو تلاش کرنے لگے، ایک جگہ ڈاکو مل گئے حضرت مولانا نے سلام کیا اور ڈاکوؤں سے کہا کہ بھائی ہم نے تم سے وعدہ کرلیا تھا کہ پورا زیور دیدیں گے بعد میں لڑکی نے ایک انگوٹھی کے بارے میں بتلایا کہ یہ رہ گئی ہے وعدہ کی وجہ سے ہمارے لئے یہ انگوٹھی رکھنا جائز نہیں تھا اس لئے انگوٹھی لیکر آیا ہوں، یہ کہہ کر انگوٹھی ان لوگوں کے حوالہ کر کے حضرت واپس تشریف لائے اور تانگا سہارنپور کے لئے روانہ ہوگیا، ادھر ان ڈاکوؤں کے دل میں یہ بات آئی کہ یہ آدمی معلوم ہوتا ہے بہت اللہ والا ہے اس کا مال اگر تم نے رکھ لیا تو نہ معلوم تم کہاں پھنس جاؤ اس لئے بہتر یہ ہے کہ یہ سب زیور اسی رومال میں لپیٹ کر

واپس کردو سب کی سمجھ میں بات آگئی اور وہ زیور اسی رومال میں باندھ کر دوڑے ہوئے ڈاکو پھر تانگہ کے پاس حاضر ہوئے تانگہ کو رکوایا حضرت مولانا نے عرض کیا کہ بھائی ہم نے سب مال تم کو دیدیا ایک انگوٹھی رہ گئی تھی وہ بھی تم تک پہونچادی اب تم کو کیا چاہئے، انہوں نے کہا کہ ہم کو کچھ نہیں چاہئے ہم تو یہ زیور آپ کو واپس دینے کے لئے آئے ہیں، مولانا نے بتلایا بقول حضرت فقیہ الامتؒ کہ زیور مولانا کو دیدیا اور ڈاکو واپس ہو گئے۔

احقر نے بتلایا کہ بقول حضرت فقیہ الامتؒ کہ چار دور اس خانقاہ میں ایسے گذرے ہیں کہ خانقاہ میں ذکر ہوتا تھا وار اس کی آوازیں دور دور تک جاتی تھیں (۱) حضرت شیخ عبدالقدوس صاحبؒ کا دور (۲) حضرت شاہ ابوسعید صاحبؒ کا دور (۳) حضرت شیخ داؤد جیؒ کا دور (۴) حضرت اقدس مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کا دور۔ تینوں حضرت کے مزارات تو مشہور و معروف ہیں حضرت شیخ داؤد جیؒ کا مزار مولیٰ بخش والی مسجد (پیر والی مسجد) میں عام راستہ جس طرف کو ہے اس سے جب مسجد میں حاضر ہوتے ہیں راستہ میں ایک درخت ہے اس درخت کے نیچے حضرت شیخ داؤد جیؒ کا مزار ہے۔

اس خانقاہ میں سہ دری کے شمال میں کمرہ ہے اس میں حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ نے بارہ سال عبادت کی ہے اور صحن میں مغرب کی جانب ایک کمرہ تھا جو اس وقت نہیں ہے اس میں حضرت شاہ عبدالقدوس صاحبؒ نماز پڑھا کرتے تھے، امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہیؒ نے خود فرمایا کہ میں بارہا حضرت شیخ کے مزار پر بیٹھا آپ نے مجھے تعلیم بھی فرمائی اور اب جو کچھ ہے وہ حضرت حاجی امداد اللہ

صاحبؒ اور حضرت شیخ ہی کی جوتیوں کا صدقہ ہے، ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ خانقاہ کے دروازہ پر خواب میں ایک دفعہ حضرت شیخ کی زیارت کی کہ در پکڑے ہوئے یہ درود بلند آواز سے اس طرح پڑھ رہے ہیں جیسے کسی کو تعلیم دینا مقصود ہو، اللھم صل علی سیدنا محمد وعلیٰ ال سیدنا محمد بعدد کل ذرۃ الف الف مرۃ انتہیٰ۔

اور فرمایا کہ میں نے اس درود کا ورد کیا اور بکثرت برکات محسوس کیں (تذکرۃ الرشید رص: ۳۱۶ر ج:۲) حضرت شیخ کا مکان خانقاہ سے کچھ دور نہیں خانقاہ کے باہر روضہ کے عین محاذ مغربی جانب قریب ہی ایک مکان جناب مولوی محمد شفیع صاحب مرحوم کا مشہور ہے جس میں ایک کوٹھڑی جسے حضرت شیخ ہی کی کہا جاتا ہے حجرہ متبرکہ (عبادت خانہ) خانقاہ ہی میں گولر تلہ ایک کمرہ موجود ہے جو کم وبیش چودہ سال تک آباد اور حضرت شیخ کا قدم بوس رہا (اب گولر کا درخت موجود نہیں) اس کا وہ گوشہ بھی تقریباً محفوظ ہے جو حضرت شیخ کی خاص نشست تھی کیونکہ حضرت مولانا گنگوہیؒ بھی ایک مدت تک اس میں خلوت نشیں رہے ہیں اور بارہا فرمایا کہ میں جس جگہ بیٹھتا ہوں وہاں مخصوص انوار وبرکات محسوس ہوتی ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شیخ عبدالقدوسؒ اسی جگہ تشریف رکھتے تھے (سیرت قدوسیہ رص:۴۸)۔

حضرت مفتی عبدالقیوم صاحب رائپوریؒ نے ارشاد فرمایا کہ میں اور حضرت مفتی عبدالعزیز صاحب رائپوریؒ گنگوہ گئے اس زمانہ میں حضرت مفتی محمود حسن صاحبؒ کا قیام گنگوہ میں تھا اور حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کی طرف سے حضرت کو یہ حکم تھا کہ جو عالم گنگوہ آئیں ان کو مزار پر لیکر جایا کرو، چنانچہ حضرت مفتی صاحب ہم دونوں کو لیکر

مزارات پر گئے جس وقت ہم لوگ حضرت گنگوہیؒ کی خانقاہ میں پہونچے تو حضرت فقیہ الامتؒ نے قصہ سنایا کہ ایک مرتبہ حضرت گنگوہیؒ اپنے کمرہ سے ایسے وقت میں نکلے جبکہ آپ کے نکلنے کا وقت نہیں تھا اور کمرہ یعنی سہ دری کے دروازہ پر کھڑے ہوکر فرمایا کہ یہاں کوئی ہے سامنے کمرہ سے حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب نکل کر آئے اور عرض کیا جی حضرت! میں ہوں یحییٰ حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا کہ اللہ کا ذکر کتنی ہی غفلت سے لیا جائے بے اثر نہیں ہوتا بس یہی کہنے کے لئے آیا تھا اس کے بعد کمرہ کا دروازہ بند کرلیا۔

اسی خانقاہ کے صحن میں ایک مرتبہ حضرت گنگوہیؒ حدیث پاک کا درس دے رہے تھے سبق کے ختم ہونے سے قبل کچھ بارش آنے لگی تمام طلبہ اپنی اپنی کتابیں لے کر اندر کمروں میں چلے گئے، حضرت گنگوہیؒ نے اپنا رومال بچھایا اور اس میں سب طلبہ کے جوتے بھرنے لگے طلبہ نے جب دیکھا تو وہ دوڑے حضرت یہ کیا کر رہے ہیں، حضرت نے ارشاد فرمایا کچھ نہیں میں نے یہ سوچا کہ مہمانانِ رسول کے جوتے ہیں کہیں بھیگ نہ جائیں، طلبہ نے یہ سنا تو بہت افسوس کیا اور طلبہ کٹ گئے۔

ایک مرتبہ حضرت فقیہ الامتؒ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ نواب چھتاری صاحب کا قیام حضرت کے یہاں خانقاہ میں تھا اس وقت حضرت گنگوہیؒ کی ظاہری بینائی نہیں تھی، حضرت گنگوہیؒ کے نیچے پانچ قالین بچھے ہوئے تھے ایک قالین ان میں سے حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ نے کہ وہی خانقاہ کے اس وقت منتظم تھے نواب صاحب کے نیچے بچھا دیا اچانک آپ نے قالین گنے تو وہ چار تھے حضرت نے دریافت فرمایا کہ ایک قالین کہاں ہے جب کوئی جواب نہ ملا تو پھر حضرت نے پوچھا کہ ایک قالین ان میں

سے کہاں ہے کئی مرتبہ کے بعد حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب نے عرض کیا کہ نواب صاحب کے نیچے بچھا دیا گیا، حضرت گنگوہیؒ نے معلوم کیا کہ اچھا نواب صاحب یہاں قالین پر بیٹھنے کے لئے آئے ہیں، نواب صاحب کو معلوم ہوا تو فوراً فرمایا کہ جلد اس قالین کو یہاں سے نکالو اور حضرت کے نیچے بچھاؤ، حضرت فقیہ الامتؒ نے ارشاد فرمایا کہ آدھی نوابی تو ان کی یہاں جھڑ گئی اس کے بعد جب کھانے کا وقت ہوا اور دستر خوان بچھایا گیا تو حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب اسیر مالٹا ذرا پیچھے کو ہٹنے لگے کہ ہم تو گھر کے آدمی ہیں بعد میں کھالیں گے ہوسکتا ہے کہ نواب صاحب ہمارے ساتھ کھانا پسند نہ کریں، حضرت گنگوہیؒ کو محسوس ہو گیا کہ حضرت شیخ الہندؒ اس لئے پیچھے کو ہٹ رہے ہیں فوراً فرمایا کہ مولانا محمود حسن صاحب آپ آگے کو آیئے آپ کا اور ہمارا تو زندگی اور موت کا ساتھ ہے ہم تم کو نہیں چھوڑ سکتے، نواب صاحب کو ہم طلبہ کے ساتھ کھانے میں عار محسوس ہو تو وہ علیحدہ کھالیں، بقول حضرت فقیہ الامتؒ نواب صاحب کی آدھی نوابی یہاں جھڑ گئی۔

اسی خانقاہ کا یہ قصہ ہے کہ مسجد کے پیچھے برگد کا درخت تھا حضرت گنگوہیؒ ظہر کی نماز کے بعد وہاں پر برگد کے نیچے کرسی بچھا کر بیٹھ جاتے تھے جو حضرات واپس جانے والے ہوتے تھے ان سے حضرت مصافحہ کرتے تھے اور جو حضرات نئے آئے ہوئے ہوتے تھے ان سے بھی مصافحہ کرتے تھے، ہر نیا آنے والا یہ بتاتا تھا کہ میرا یہ نام ہے فلاں جگہ کا میں رہنے والا ہوں اور اس کام کیلئے دعا کرانے کے لئے آیا ہوں، حضرت حکیم نھو میاں صاحبؒ نے ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ حسبِ معمول لوگ ملاقات کر کے

جا رہے تھے، ایک صاحب نے عرض کیا کہ میرا یہ نام ہے اور میں بجنور سے آیا ہوں اور اس مقصد کے لئے دعا کرانے کی غرض سے آیا ہوں، حضرت گنگوہیؒ سب سے ملاقات کر کے اپنی خلوت گاہ میں تشریف لے گئے تھوڑی دیر بعد حضرت نے کمرہ کا دروازہ کھولا اور فرمایا کہ فلاں صاحب جو کہہ رہے تھے کہ میں بجنور سے آیا ہوں ان کو بلاؤ، چنانچہ وہ صاحب بلائے گئے حضرت نے معلوم کیا کہ اب آپ کہاں سے آرہے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ بجنور سے آرہا ہوں، حضرت نے فرمایا کہ میں یہ نہیں معلوم کر رہا ہوں کہ کہاں کے رہنے والے ہو بلکہ یہ معلوم کر رہا ہوں کہ اس وقت کہاں سے آرہے ہو، مجبوراً ان کو بتلانا پڑا کہ کلیر شریف سے آرہا ہوں، حضرت گنگوہیؒ کو معلوم تھا کہ اس وقت کلیر شریف میں عرس لگا ہوا ہے، ان صاحب سے فوراً فرمایا کہ آپ اسی وقت یہاں سے تشریف لے جائیں یہاں ٹھہرنے کی آپ کو اجازت نہیں ہے کیوں کہ جو لوگ عرس میں شریک ہوتے ہیں ان سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے۔

نیز فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن صاحبؒ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب اسیر مالٹا ہر جمعرات کو دیوبند سے گنگوہ پیدل تشریف لاتے تھے، حضرت گنگوہیؒ کے نواسہ حافظ یوسف صاحبؒ بھی دیوبند میں پڑھتے تھے، ایک مرتبہ وہ فرمانے لگے کہ ہر ہفتہ گنگوہ تشریف لیجاتے ہیں وہاں آپ کیا کرتے ہیں؟ حضرت شیخ الہندؒ نے فرمایا کہ تو نے یہ پی ہی نہیں آ میرے ساتھ چلو راستہ میں ایک صاحب کے کھیت پر عصر کی نماز پڑھتے تھے اور وہ صاحب کھیت والے بیعت تھے، حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ سے، اس روز حضرت شیخ الہندؒ نے کھیت پر نماز پڑھ لی تو فرمایا کہ آج تو تجھ کو خوش ہونا چاہئے کہ تیرے پیر کا نواسہ تیرے کھیت پر آیا ہے، اس کھیت والے نے کہا

کہ کیا پیر کا نواسہ ہے لیکن اس کے اندر پیر والی بات تو ہے نہیں اس نے کہنیاں زمین پر ٹیک کر تو نماز پڑھی ہے میرے پیر تو اس طرح کہنیاں سجدہ میں زمین پر ٹیک کر نماز نہیں پڑھتے اس کے بعد حضرت شیخ الہندؒ گنگوہ میں خانقاہ پہونچے پہونچتے ہی حضرت گنگوہیؒ نے سوال کیا کہ مولانا محمود حسن صاحب اس وقت یہاں عرس ہو رہا تھا آپ کیوں آئے ہو حضرت شیخ الہندؒ نے تو کچھ نہیں کہا لیکن حضرت کے ساتھ ایک دوسرے صاحب جو گنگوہ کے ہی رہنے والے تھے انہوں نے عرض کیا کہ حضرت یہ عرس کی وجہ سے نہیں آئے، حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا میں جانتا ہوں یہ ہر ہفتہ میرے پاس آتے ہیں لیکن آج جب یہ یہاں آئے ہیں تو عرس میں شرکت کرنے والوں میں ان کی وجہ سے اضافہ ہوا ہے اور حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: **من کثر سواد قوم فھو منھم** ان کے یہاں آنے کی وجہ سے عرس میں شریک ہونے والوں میں کثرت ہوئی ہے، لہذا یہاں ٹھہرنے کی ضرورت نہیں، اسی وقت واپس چلے جاؤ، حضرت وہاں سے جب واپس ہونے لگے تو جو صاحب ساتھ تھے انہوں نے عرض کیا کہ حضرت نے آپ کو نہیں ٹھہرایا رات زیادہ ہوگئی لہذا آیئے آپ ہمارے یہاں ٹھہر جایئے، حضرت شیخ الہندؒ نے فرمایا کہ حضرت نے فرمایا کہ فوراً یہاں سے چلے جایئے اگر آپ کے یہاں ٹھہروں گا تو فوراً پر عمل نہیں ہوگا اس لئے آپ گنگوہ میں نہیں ٹھہرے اور فوراً واپس ہوگئے۔

حضرت کا معمول تھا کہ عرس کے موقعہ پر آپ طلبہ کی چھٹی کر دیا کرتے تھے اور خود اپنی ددھیال یعنی رامپور منیہاران چلے جاتے تھے اور اخیر میں جب ضعف آگیا تھا تو طلبہ کی چھٹی کر دیا کرتے تھے اور خود اپنا قیام گھر میں کرتے تھے، صرف نماز کے اوقات میں خانقاہ تشریف لاتے تھے اور یہ حضرات اس کا اہتمام کرتے تھے کہ جب حضرت نماز

کے لئے تشریف لاتے تھے تو قوالیوں کو بند کر دیا کرتے تھے۔

حضرت مولانا وسیم احمد صاحب شیخ الحدیث جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ نے فرمایا کہ حضرت قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند نے ایک جگہ پر لکھا ہے کہ حضرت شاہ عبدالقدوس صاحب گنگوہیؒ نے چالیس برس تک ہر روز ۲۴ گھنٹے میں صرف ایک بادام پر اکتفاء کیا ہے، اس ملفوظ کے لکھنے کے وقت تذکرۃ الرشید احقر کے سامنے مطالعہ کے لئے رکھی ہوئی تھی اچانک یہی ملفوظ سامنے آیا (تذکرۃ الرشید ص:۲۶۴ رج:۲)۔

بزرگانِ دین کے بارے میں جہاں پر ان کے اچھے اور عمدہ حالات مشہور ہوتے ہیں بعض جھوٹی روایات بھی مشہور ہو جاتی ہیں، چنانچہ حضرت کے بارے میں بعض جھوٹی خبریں بھی مشہور ہیں، مثلاً ایک مرتبہ راقم سطور حضرت فقیہ الامتؒ کے ہمراہ سرائے جا رہا تھا (گنگوہ کے ایک محلّہ کو سرائے کہا جاتا ہے) جب روضہ کے قریب پہونچا تو حضرت فقیہ الامتؒ نے حضرت شیخ عبدالقدوس صاحبؒ کے روضہ کے شمالی جانب جو سڑک ہے اس پر کو جب گذرے تو ایک شیعوں کی حویلی ہے جس پر بہت کچھ لکھا ہوا تھا اس سے متصل کونے میں ایک کنواں تھا اس کی طرف اشارہ کرکے حضرت فقیہ الامتؒ نے ارشاد فرمایا کہ گنگوہ کی روایات میں ایک (جھوٹی) روایت یہ مشہور ہے کہ حضرت شیخ عبدالقدوس صاحب ایک مرتبہ حج کو تشریف لے گئے تو بیر زمزم میں حضرت کا عصا گر گیا تھا حضرت شیخ نے اس عصے کو اس کنویں میں سے نکالا تھا۔

<u>مزار مبارک:</u> آپ کا مزار مبارک قصبہ گنگوہ ضلع سہارنپور (یوپی) محلّہ سرائے میں آج زیارت گاہ خاص وعام ہے، روضہ مبارک میں جو قبریں ہیں ان کی

تفصیل اور نقشہ یہ ہے۔

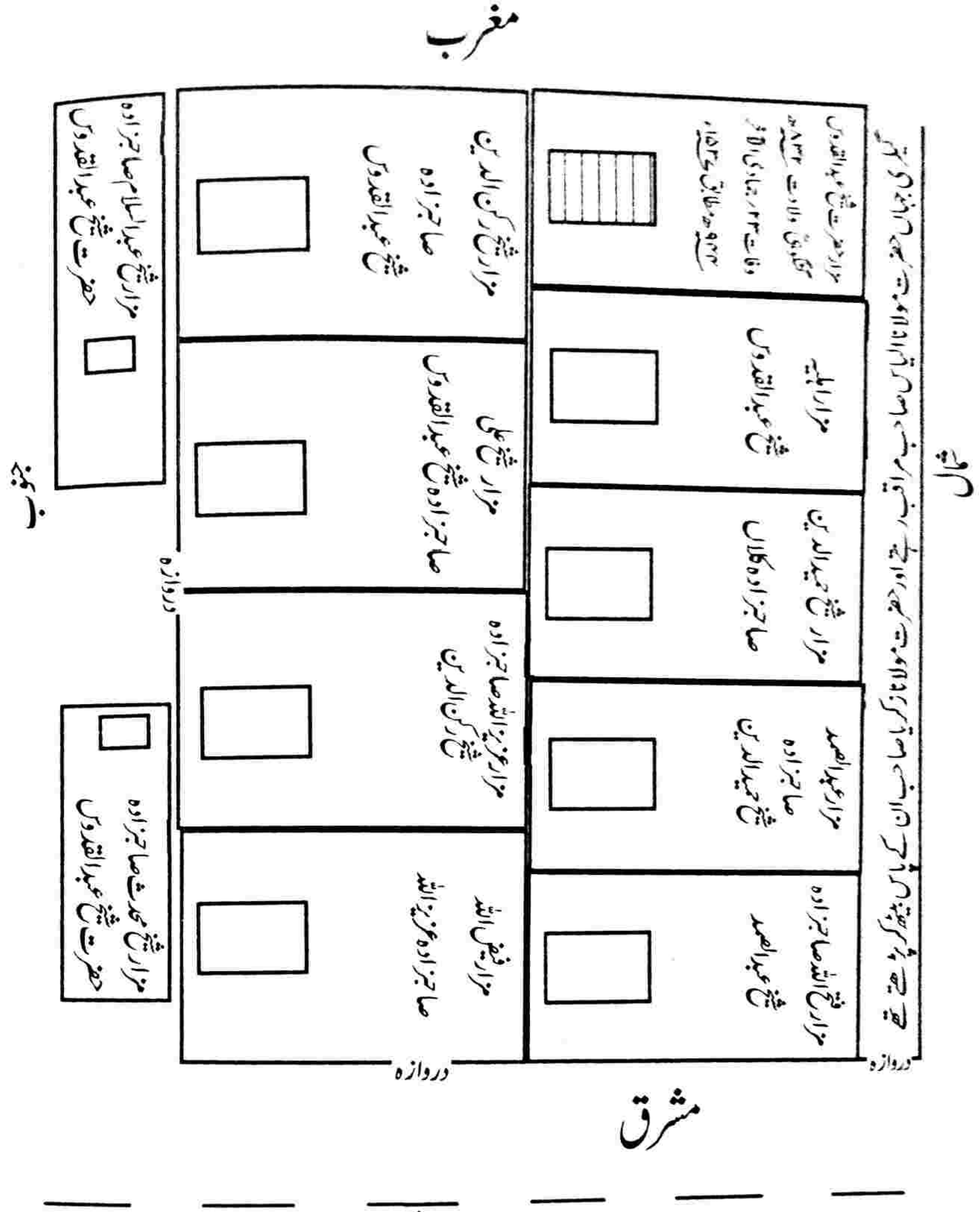

پنج درہ

۱۵/ جمادی الآخرہ ۹۴۴ھ موافق ۱۵۳۷ء میں دوشنبہ کے دن حضرت شیخ عبدالقدوس صاحب کو جاڑے کے ساتھ بخار آیا چار روز تک سخت بخار رہا پانچوے روز جمعہ تھا آپ جمعہ کے دن کچھ سوئے اس روز مزاج کچھ روبصحت تھا پھر نماز جمعہ ادا فرمائی نماز جمعہ کے بعد پھر آپ کو بخار شروع ہوا چار روز تک پھر بخار آتا رہا اور ۲۳/ جمادی الآخرہ ۹۴۴ھ/ ۱۵۳۷ء کو چاشت کے وقت چوراسی سال کی عمر میں آپ واصل الی اللہ

ہوئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اخبار الاخیار اور خزینۃ الاصفیاء میں آپ کا سن وفات ۹۴۵ھ درج ہے جو لطائف قدوسی کی شہادت کے پیش نظر غلط ہے، مرض الموت میں بھی آپ نے عبادات اور معمولات میں ذرہ برابر فرق نہ آنے دیا، محویت اور بے خودی کی کیفیت کمال پر تھی لیکن اس عالم میں بھی آپ رات کو کئی کئی مرتبہ تجدید وضو کرتے اور تحیۃ الوضو پڑھتے تھے اس وقت بھی جبکہ جان پائے مبارک سے نکلنے والی تھی وضو کے لئے اشارہ فرمایا وضو کرنے کے بعد دوگانہ ادا فرمایا رکوع وسجود اشارہ سے کیا اور اسی بے خودی کے عالم میں جان جان آفریں کے سپرد کردی۔

وفات کے بعد کی کیفیت

آپ کے صاحبزادے حضرت شیخ رکن الدین کا بیان ہے کہ غسل کے بعد جب آپ کو کفن پہنایا گیا میں خود حاضر تھا میں نے حضرت قطب عالم کے سینے پر ہاتھ رکھا اس وقت بھی میں نے حرکت قلب اور ذکر الٰہی کو جاری پایا، لطائف قدوسی رص: ۷۰، ۷۱ لطیفہ ۸۷ حضرت شیخ عبدالقدوس صاحب اور ان کی تعلیمات رص: ۴۰۲ روضہ کے شمال میں چھوٹی سی گیلری ہے تقریباً چار فٹ چوڑی شرقاً وغرباً اس میں حضرت شیخ مولانا زکریا صاحبؒ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ سے پڑھتے تھے حضرت مولانا محمد الیاس صاحب مراقب رہتے تھے حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کتاب کا مطالعہ کرکے آتے اور حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کو سبق سناتے تھے اگر سبق یاد ہوتا تو ہاتھ سے اشارہ کردیتے تھے کہ آگے مطالعہ کرلو اور اگر سبق یاد نہیں ہوتا تھا تو کتاب بند

کردیا کرتے تھے جس سے اشارہ ہوتا تھا کہ سبق یاد نہیں ہے دوبارہ اسی کا مطالعہ کرکے لاؤ زبان سے کچھ نہیں بولتے تھے، یہ واقعہ حضرت فقیہہ الامت مفتی محمود حسن صاحبؒ نے سنایا تھا۔

روضہ کا جو صدر دروازہ ہے اس کے باہر کی طرف دونوں جانب دو قبریں ہیں قبلہ کی جانب شیخ عبدالسلام کی قبر ہے اس کے بارے میں لکھا ہے کہ حضرت شیخ کو پہلے اس قبر میں دفن کرنا تجویز کیا گیا تھا جنازہ رکھ بھی دیا گیا تھا لیکن پھر تجویز یہ ہوا کہ روضہ کے اندر اس کو رکھا جائے اس وقت روضہ پر نہ چھت تھی نہ گنبد یہ بعد میں بنایا گیا اور اس قبر کو ویسے ہی بند کیا گیا اور طے یہ ہوا کہ صاجبزادوں میں سے جس کا پہلے انتقال ہوگا ان کو اس قبر میں رکھا جائے گا، چنانچہ حضرت شیخ عبدالسلام صاحب کے حصہ میں یہ سعادت آئی اور ان کو اس میں دفن کیا گیا۔

سعودی عربیہ میں ایک مرتبہ حضرت مولانا سعید احمد صاحب امیر تبلیغی جماعت سعودی عربیہ کی مجلس میں گنگوہ کا تذکرہ آگیا تو ایک عربی شخص نے حضرت مولانا سعید احمد صاحبؒ سے معلوم کیا گنگوہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا گنگوہ وہ بستی ہے جس نے مولانا محمد الیاس کو الیاس بنایا کیونکہ یہ تبلیغی جذبہ گنگوہ میں پیدا ہوا تھا۔

جمیل احمد صاحب سکندر پوریؒ نے حضرت شیخ عبدالقدوس صاحبؒ کی سوانح تحریر کی ہے اس میں حضرت شیخ عبدالقدوس صاحبؒ کی تاریخ وفات شیخ اجل سے نکالی ہے۔ شعر

قطب عالم ہادی راہ عمل　　خدمت خلقِ خدا جب کر چکے

چھوڑ کر اس دار فانی کو جمیل　　　واصل مولا ہوئے شیخ اجل
۹۴۴ھ

(سوانح قطب عالم رص: ۱۲۴ راز جمیل احمد)

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ مہاجر مدنی آپ بیتی رص: ۹۷ رج: ۲ رمیں فرماتے ہیں کہ ۱۳۲۵ھ میں میری فارسی اردو اس حالت میں شروع ہوگئی کہ قرآن پاک تو گویا پڑھا بے پڑھا برابر تھا مگر ہم حافظوں میں شمار ہونے لگے، میں نے فارسی زیادہ تر اپنے چچا جان نور اللہ مرقدہ سے پڑھی ان پر اس زمانہ میں بزرگی کا بہت ہی غلبہ تھا مجاہدات سلوک کا بہت زور تھا خانقاہ قدوسیہ کے ایک بہت مختصر آب چک تھی (یعنی شمالی دیوار اور روضہ کے درمیان) اس میں ایک بوریئے پر آنکھ بند کئے ہوئے دوزانو (چچا جان یعنی حضرت مولانا محمد الیاس صاحب) بیٹھے رہا کرتے تھے میں سبق کے لئے جاتا تو قانون یہ تھا کہ ایک کتاب چچا جان کے سامنے کھول کر رکھ دیتے ایک ساتھی میرا اور تھا جس کا نام مجھے یاد نہیں ہم دونوں دوسری کتاب میں پڑھتے، بیٹھنے کے بعد بسم اللہ الخ کر کے سبق شروع کر دیتے تھے اگر اس میں ذرا دیر ہوتی تو چچا جان نور اللہ مرقدہ ایک انگلی سے اپنے سامنے کی کتاب بند کر دیتے اور گویا تاخیر کے عتاب میں سبق بند، ہم تھوڑی دیر بیٹھ کر چلے آتے اور کبھی دوبارہ شروع کرتے اور کتاب کھول کر دوبارہ ان کے سامنے رکھتے تو موج تھی کبھی پڑھا دیتے اور کبھی چشت فرما کر اٹھا دیتے سبق میں بھی اپنے ہی مطالعہ پر مدار تھا معمولی غلطی پر شست کہتے یا ہوں اور فحش غلطی پر پھر اپنی انگلی سے کتاب بند کر دیتے، اس سیہ کار میں اس زمانہ میں بولنے کا مرض بہت زیادہ تھا چچا جان نور اللہ مرقدہ نے مجھ سے فرمایا کہ اگر تو چھ ہفتے چپ

رہے تو میں تجھے ولی کر دوں اس زمانے میں ۶ ہفتے تو در کنار ۶ دن بھی چپ رہنا مصیبت تھا میں نے بڑے ہو کر نظام الدین دہلی میں ایک مرتبہ ان کو ان کا یہ ارشاد یاد دلایا ان کو یاد آ گیا میں نے کہا آپ نے اس وقت ۶ ہفتے کو فرمایا تھا اب میں آپ کو چھ ماہ کامل چپ رہ کر دکھلاؤں چچا جان نے فرمایا وہ بات تو گئی وہ تو اس وقت کی بات تھی اس زمانے میں چچا جان دن میں سارا دن مراقبہ کرتے نہ معلوم کیا سوچا کرتے اور مغرب سے عشاء تک نفلیں پڑھتے اس زمانہ میں چچا جان کو جو کی روٹی کا اتباع سنت میں کھانے کا شوق پیدا ہوا اور ان کے ساتھ ہم نے بھی زور دکھلائے تقریباً ۶ ماہ چچا جان کا یہ دستور رہا اس کے بعد کسی بیماری کی وجہ سے حکیم صاحب نے اس کو منع کر دیا جس پر میرے والد صاحب نے بھی ان کو روک دیا اور وہ سلسلہ بند ہو گیا ورنہ تین چار روٹی جو کی پکنا خوب یاد ہے اور چچا جان کے ساتھ اپنا کھانا بھی، رجب ۱۳۲۸ھ میں یہ ناکارہ سہارن پور آ گیا اس لئے کہ دو تین ماہ قبل میرے والد صاحب قدس سرہ مستقل قیام کے ارادے سے گنگوہ سے سہارنپور منتقل ہو گئے تھے (آپ بیتی رص: ۹۸ رج: ۲)۔

حضرت قطب عالم کے دوسرے صاحبزادے حضرت مولانا رکن الدین صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کے تقوے کا یہ عالم تھا کہ طعام مشکوک ولباس مشکوک سے ہمیشہ پرہیز کرتے تھے وضو اور غسل میں بڑے حوض کا پانی استعمال فرماتے تھے چھوٹے تالاب کے پانی سے بوجہ احتیاط اجتناب رکھتے تھے جو قصاب بے نمازی ہوتا اس کا ذبیحہ نہ کھاتے تھے ابتداء میں علاوہ نماز فرائض خمسہ اور سنن وموکدہ کے چار سو نوافل دن میں اور چار سو نوافل رات میں ادا کرتے تھے موسم سرما میں پیر پھٹ جاتے

ورم کر جاتے سخت تکلیف ہوتی مگر نماز کھڑے ہو کر ادا فرماتے تھے۔

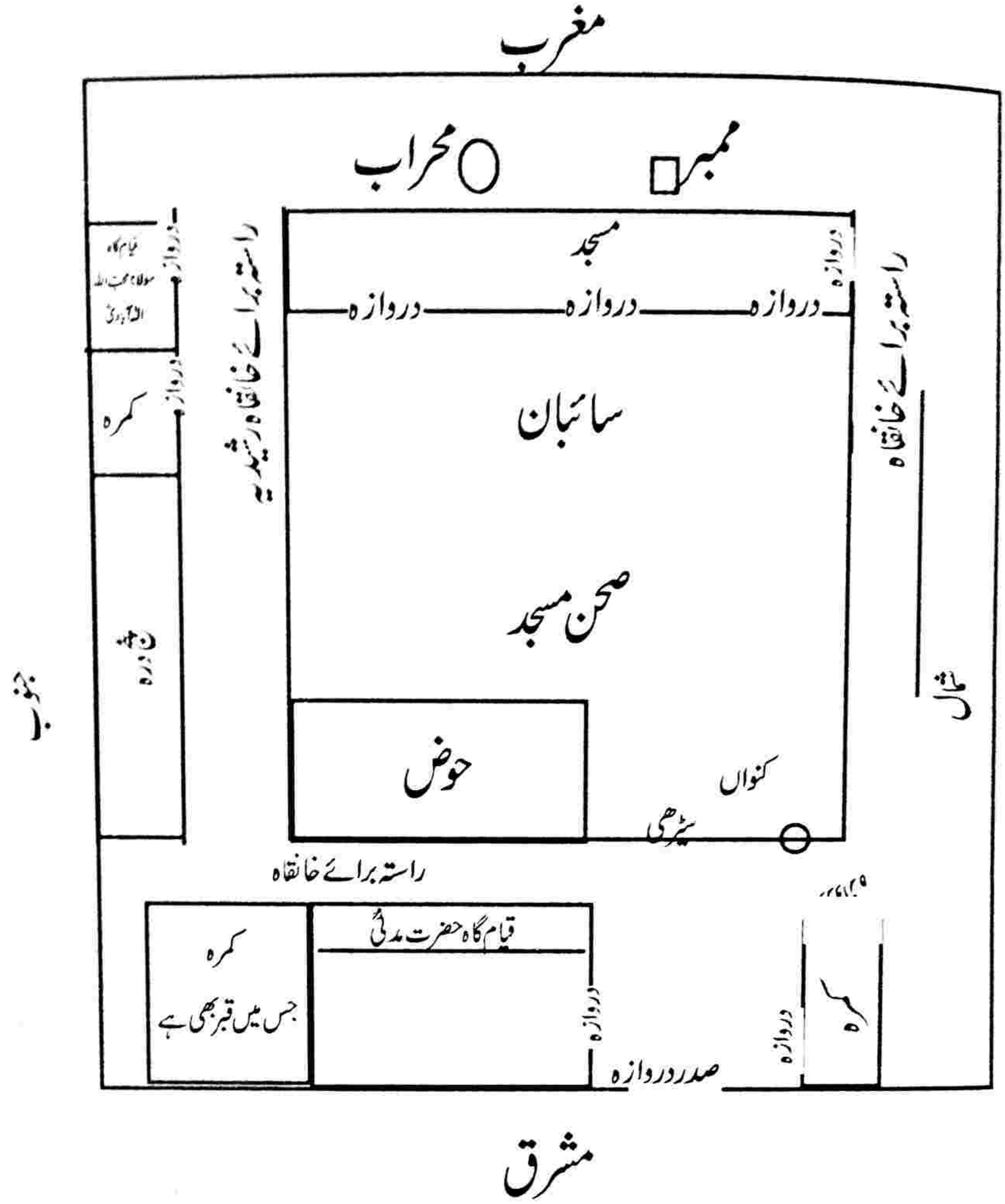

یہ حضرت شیخ عبدالقدوس صاحب گنگوہیؒ کی موجودہ مسجد کا نقشہ ہے، حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کے دور میں پہلے یہ مسجد چھوٹی تھی پھر حضرت گنگوہیؒ کے دور میں اس کے اندر توسیع ہوئی اور اس میں اضافہ ہوا، حضرت اقدس مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ فرماتے تھے کہ بھائی یہ تو میرے دور تک ہی یہاں چہل پہل ہے میرے بعد تو یہ بھی بڑی ہی رہے گی، بہر حال حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کے دور میں اس مسجد میں توسیع کی گئی جمعہ کے روز بقول حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہیؒ کے دور دور سے لوگ حضرت مولانا رشید احمد صاحبؒ کے پیچھے جمعہ پڑھنے کیلئے حاضر ہوتے تھے اور

سہارنپور کے راستہ میں کھیڑہ افغان والی سڑک بھر کر چلا کرتی تھی پیدل کے راستہ تھے لوگوں سے جب معلوم کیا جاتا کہاں جارہے ہو لوگ بتلاتے تھے کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کے پیچھے جمعہ پڑھنے کے لئے جارہے ہیں، حضرت فقیہہ الامتؒ فرماتے تھے کہ جمعہ کی نماز اندر مسجد میں ہوتی تھی اور نماز پڑھنے والے بھائی مبین کا جو مکان ہے وہاں تک مجمع ہوا کرتا تھا، خانقاہ کے سامنے کچھ فاصلے پر یہ مکان ہے یعنی خانقاہ سے کچھ فاصلہ پر برگد کا بڑا درخت تھا اس سے آگے ایک کنواں تھا اس کنویں کے برابر میں بھائی مبین کا مکان ہے وہاں تک جمعہ کی نماز میں مجمع ہوا کرتا تھا۔

کنویں میں گرنے کا قصہ

ساڑھے چھ سال کی آپ کی (یعنی حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ) کی عمر تھی یعنی ساتواں سال کم وبیش آدھا گذر چکا تھا کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کے ساتھ ایک عجیب قصہ پیش آیا جس میں استقلال وتوکل کی کرامت معنویہ کے ساتھ بچپن کے زمانہ کی کرامت حسیہ اور مقبولیت بارگاہ احدیت کا پتہ چلتا ہے، وہ یہ ہے کہ حضرت ابتداء سے نماز کے شوقین اور اس درجہ پابند تھے کہ کیسے ہی کھیل یا بچپن کے کسی تفریحی مشغلہ میں کیوں نہ مشغول ہوں نماز کے وقت فوراً ترک کرتے اور مسجد میں آکر اکثر باجماعت نماز پڑھا کرتے تھے، گویا آپ لہو ولعب کے موسم ہی میں یہ مضمون سمجھ چکے تھے۔

فکر فردا روز اول ہی سے رکھنا چاہئے، پیش وپس جس شخص نے سمجھا وہ آخر بیں ہوا، آپ قصبہ کے باہر ٹہلتے ٹہلتے جنگل کی جانب تشریف لے گئے، شام کا سہانا وقت تھا

ٹھنڈی ٹھنڈی ہواؤں کے جھونکے دل کی بند کلیاں کھلا رہے تھے، یہاں تک کہ عالم کو منور کرنے والے آفتاب نے اُفق مغرب کے قریب پہونچ کر حق تعالیٰ کو سجدہ کرنے والے بندوں کے دروازۂ دل پر دستک دی اور کہا کہ چلو مسجد کی جانب لپکو کیونکہ مغرب کا وقت قریب ہے، حضرت مولانا گو طفل شش سالہ تھے مگر اپنے مولیٰ کی یاد میں گویا شیخ عبادت گذار تھے اس لئے فوراً گھر کی جانب پلٹے عباسی کے پھولوں کی دو چھڑیاں ہاتھ میں تھیں اور مسجد کی جانب جلد جلد قدم اٹھ رہے تھے اول گھر پہونچے اور ماں سے یہ کہہ کر کہ اَماں جلد لو ان چھڑیوں کو رکھو میں نماز پڑھنے جاتا ہوں، جھپٹے ہوئے مسجد میں داخل ہوئے باوجود اس عجلت کے یہاں جماعت کھڑی ہو چکی تھی وضو کیلئے پانی لینے کنویں پر آئے تو لوٹے خالی پائے، دیر ہوتی گئی غرض گھبرا کر پانی کھینچنے کیلئے ڈول کنویں میں ڈالا دل نماز میں تھا اور ہاتھ ڈول رسی پر دھیان شرکت جماعت میں تھا اور نگاہ کنویں کی مَن پر ایک پریشان حالت تھی جس میں ہاتھ پاؤں پھولے ہوئے تھے کہ رسی پاؤں میں اُلجھی اور حضرت مولانا (رشید احمد صاحب) دھم سے کنویں میں گر گئے، کنویں کی مَن کے اوپر سے گہرے کنویں میں گرنے کا دھیان کیجئے اور حق تعالیٰ کی محافظت ونگہبانی کو دیکھئے کہ اس یوسف ثانی کا بال بھی بیکا نہ ہوا، کیونکہ آپ کنویں میں جس وقت گرے ہیں پانی نے اپنی گود پھیلا کر آپ کو لیا اور آہستہ سے جھکولا دیکر نیب کی اس جڑ پر بٹھا دیا تھا جو تہ میں اور سطح پر اُبھری ہوئی تھی۔

حضرت کے ماموں محمد شفیع صاحب کا بیان ہے کہ چونکہ ڈول ورسی آپ کے

ساتھ ہی کنویں میں گئی تھی اس لئے قدرت نے ڈول کو اُلٹا کر کے آپ کو اس پر بٹھا دیا اور
آپ بآرام اس طرح تیرتے رہے جس طرح کسی چھوٹی سی ڈونگی کے ملائم گدے پر کوئی
شخص بیٹھ کر پانی کی سیر کرے، بہرحال اختلاف روایات ہمارے اصل مطلب کے لئے
مضر نہیں ہے، کیونکہ نتیجہ ہر دو صورت میں یہی ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے قدرت حفاظت
کے گہوارہ میں آپ کو جگہ دی اور ظاہری اسباب کے توسط بغیر آپ کے بدن پر مطلق آنچ
نہ آنے دی، جس وقت آپ کے گرنے کی آواز اور دھما کا ہوا مغرب کی ایک رکعت ہو چکی
تھی نمازیوں کو دو رکعت کا پورا کرنا دشوار ہو گیا آخر سلام پھیر کر لوگ کنویں کی جانب لپکے
اور حضرت کے دادی صاحبہ کے بھائی سید فیض علی صاحب نے کہا کہ ''یہ گرنے والا تو رشید
احمد معلوم ہوتا ہے'' نماز کے بعد کنویں کی مَن پر ایک بھیڑ لگ گئی اور مجمع ہو گیا لیکن سب
ایک دوسرے کا منہ تکتے اور پریشان حال ہکّا بکّا کھڑے کنویں کو جھانک رہے تھے کہ اندر
سے آواز آئی ''گھبراؤ نہیں میں بہت آرام سے بیٹھا ہوں'' غرض پیڑھا ڈال کر آپ کو جس
وقت باہر نکالا گیا ہے تو معلوم ہوا کہ پاؤں کی چھوٹی انگلی میں خفیف سی خراش کے علاوہ کسی
حصۂ بدن پر مطلق چوٹ نہیں آئی، اس قصہ سے استقامت و استقلال اور مصیبت سے نہ
گھبرانا اطمینان سے بیٹھا رہنا جماعت کے ختم ہونے اور نمازیوں کو سلام پھیرنے کا منتظر
رہنا کشائش و فرج من اللہ کا انتظار دوسروں کو اطمینان دلانا خدا پر توکل و اعتماد اور مقدمات
عبادت تکالیف کا ایسا تحمل کہ کلمۂ شکایت زبان پر نہ آئے وغیرہ وغیرہ امور آفتاب روشن کی
طرح ظاہر ہو رہے ہیں جن کا علیحدہ علیحدہ پایا جانا بھی مستقل خوش قسمتی پر دال ہے، یہ ہی
ہیں معنیٰ ''ہونہار بروے کے چکنے چکنے پات'' کے اور یہ مطلب ہے پوت کے پاؤں

پالنے میں نظر آنے کا (تذکرۃ الرشید رص:۲۲ رج:۱)۔

اسی کنویں سے متعلق وہ واقعہ بھی جو احقر کے حقیقی ماموں حافظ فضل کریم صاحب سابق امام جامع مسجد گنگوہ نے سنایا، یہاں بھی عرض کردوں کہ گنگوہ کی جامع مسجد کے امام پہلے پچاس سال تک احقر کے قریبی رشتہ دار حافظ محمد اسمعیل صاحب رہے، جو محلہ محمد غوری گنگوہ کے رہنے والے تھے، پھر احقر کے حقیقی نانا جناب الحافظ الحاج عبدالکریم صاحب نے جامع مسجد وشہر کی عیدگاہ کی امامت پچاس سال کرائی اور الحمدللہ حضرت فقیہہ الامت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی متوفی ۱۴۱۷ھ مطابق ۱۹۹۶ء نے نانا جان سے قرآن پاک کا کچھ حصہ حفظ کیا اور وہیں جامع مسجد گنگوہ میں قرآن پاک بعد صلوٰۃ مغرب کھڑے ہوکر یومیہ ایک پارہ حفظ سناتے تھے، جس کا تذکرہ ان شاء اللہ احقر کسی دوسری جگہ پر تفصیل سے کرے گا، نانا جان کے بعد جناب الحاج حافظ فضل کریم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پچاس سال امامت کرائی انہوں نے ایک مرتبہ سنایا کہ حضرت شیخ عبدالقدوس صاحب گنگوہیؒ کے زمانہ میں ایک مرتبہ اسی مسجد میں ذکر ہورہا تھا ایک صاحب اس کنویں کے پاس بیٹھے ذکر جہری کررہے تے اچانک ان کو ذکر کرتے ہوئے حال آیا اور وہ کنویں میں گر گئے، حضرت شیخ عبدالقدوس صاحب کو اطلاع کی گئی حضرت نے ارشاد فرمایا کہ کنویں کی مَن پر بیٹھ کر ذکر کیا جائے اگر یہ شخص سچا ہوگا تو جس طرح یہ ضرب لگا کر کنویں میں گرا ہے اسی طرح ضرب لگا کر کنویں س باہر آجائے گا، چنانچہ جب کنویں کی من پر ذکر کیا گیا تو اس شخص کو حال آیا اور الا اللہ کی ضرب لگا کر وہ شخص فوراً کنویں سے باہر آیا فللہ الحمد و المنہ۔

مولانا محبّ اللہ الہ آبادیؒ کا کمرہ

اس مسجد کے جنوب میں ایک کمرہ ہے جس میں حضرت مولانا محبّ اللہ الہ آبادیؒ کا قیام تھا، یہ مولانا محبّ اللہ صاحب حضرت شاہ بوسعید صاحبؒ کے پاس وحدۃ الوجود کا مسئلہ حل کرنے کیلئے تشریف لائے تھے اس کمرہ میں حضرت کو ٹھہرایا گیا اور الحمد للہ مسئلہ حل ہونے کے بعد واپس الہ آباد تشریف لے گئے، دوسری جگہ اس کی تفصیل آچکی ہے۔

حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ کا کمرہ

صدر گیٹ سے جب مسجد میں داخل ہوتے ہیں تو بائیں جانب ایک کمرہ ہے اس میں حضرت مولانا حسین احمد صاحبؒ کا قیام رہا تقریباً چالیس روز اس کمرہ میں حضرت کا قیام رہا ہر روز حضرت گنگوہیؒ کے مزار پر تشریف لیجاتے تھے، چونکہ یہاں پر روزہ رکھ کر چالیس دن حضرت نے گزارے اس لئے افطار کے وقت وہاں سے لوٹتے تھے، حکیم ننومیاں صاحب ان کا خانقاہ میں انتظار فرماتے تھے افطار کے لئے، حالانکہ حضرت مدنیؒ حضرت مولانا محمد یحیٰی صاحب کے پاس پشتہ والی بلڈنگ میں جو حضرت گنگوہیؒ کے مزار کے راستہ میں تھی اس میں پہلے افطار کر چکے ہوتے تھے اور یہاں خانقاہ میں ذرا سا کچھ افطار کا سامان کھا کر فوراً مصلے پر تشریف لیجاتے تھے، اس پورے قیام میں حضرت نے روزہ رکھے، حضرت مفتی نسیم احمد صاحب فریدی امروہیؒ نے ایک مرتبہ ۱۴۰۲ھ میں جب حضرت فقیہ الامت مفتی محمود حسن صاحبؒ جامعہ مظاہر علوم دار جدید کی مسجد میں ماہ مبارک میں اعتکاف فرما رہے تھے حضرت مفتی نسیم احمد صاحب

نے حضرت فقیہہ الامتؒ سے سوال کیا کہ چشتیاں فقیری مفت یافت یعنی چشتیوں کو فقیری مفت میں حاصل ہوگئی، حضرت فقیہہ الامتؒ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہیؒ نے عشاء کے بعد سے تہجد کے وقت تک چالیس برس ذکر حدادی کیا ہے، ذکر حدادی یہ ہے کہ دوزانو ذاکر بیٹھ جائے اور بائیں گھٹنے کی جانب سے لا الـٰـــہ کی ضرب اٹھائے اور سیدھا کھڑا ہو جائے اور دونوں ہاتھ اوپر اٹھالے حداد (لوہار) کی طرح کہ جس طرح وہ مسان پر ہتھوڑا مارنے کے وقت ہاتھ اٹھاتا ہے اور کھڑے ہوکر الا اللہ کی ضرب زور سے دل پر مارے اور دونوں ہاتھوں کو سامنے کی طرف جھٹکے جس طرح لوہار ہتھوڑا مارنے کے وقت جھٹکتا ہے اور بیٹھ جائے اور پھر اسی طرح کھڑا ہوتا رہے اور بیٹھتا رہے۔

نیز حسن بن مندہ ایک بزرگ ہیں انہوں نے چالیس ملکوں کا سفر پیدل کیا، جب ان کی وفات ہوئی تو چالیس صندوق ان کے پاس احادیث کے اپنے ہاتھ سے لکھے ہوئے موجود تھے، اس کے بعد حضرت فقیہہ الامتؒ نے ارشاد فرمایا کہ چشتیوں نے اتنی محنت کی ہے آپ فرماتے ہیں کہ چشتیاں فقیری مفت یافت۔

حضرت حکیم ننومیاں صاحبؒ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت شیخ عبد القدوس صاحبؒ کے ایک صاحبزادے کی تکبیر اولیٰ فوت ہوگئی نماز کے بعد حضرت شیخ عبد القدوس صاحبؒ نے ان کو بلا کر دریافت کیا کہ آج تکبیر اولیٰ کیوں چھوٹی ہے؟ عرض کیا کہ بادشاہ کا فرمان آپ کے نام آیا تھا کہ اتنے گاؤں آپ کو دیئے جاتے ہیں اس کو وصول کرنے میں تاخیر ہوگئی تھی، حضرت شیخ عبد القدوس صاحبؒ نے فرمایا کہ وہ بادشاہ

کا فرمان کہاں ہے اس کو یہاں لاؤ، صاحبزادے نے پیش کیا حضرت نے اس فرمان کو لیکر فوراً پھاڑ دیا کہ ابھی اطلاع آئی ہے اس کی وجہ سے نماز کی تکبیر اولیٰ چھوٹ گئی جب اس کا لگان آئے گا تو اس کے وصول کرنے میں تو نمازیں ضائع ہوں گے، ہم کو ایسی آمدنی کی ضرورت نہیں ہے۔

نیز حکیم ننومیاں صاحبؒ نے فرمایا کہ حضرت شیخ عبدالقدوس صاحبؒ تصفیق (تالی بجانے) کو بھی جائز نہیں سمجھتے تھے افسوس آج ان کی قبر پر ڈھولکیں بج رہی ہیں۔

حضرت حکیم ننومیاں صاحبؒ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت شیخ عبدالقدوس صاحبؒ کے ایک مرید حضرت سے بار بار عرض کرتے تھے کہ حضرت! کشود کار نہیں ہوتا ہے یہ صوفیاء کے یہاں کوئی مرتبہ ہے اس کے بارے میں عرض کرتے تھے، حضرت ارشاد فرماتے کہ بھائی کام کرتے رہو جب اللہ پاک چاہیں گے کشود کار فرمادیں گے، ایک مرتبہ ان مرید نے عرض کیا کہ حضرت اب آپ کی جوتیوں کی برکت سے مجھ کو فلاں فلاں انوار و برکات نظر آنے لگے ہیں، حضرت شیخ عبدالقدوس صاحبؒ نے اس کے جواب میں لکھا کہ ملک غیر سے ایک تنکا لیکر دانتوں میں خلال کرو اگر اس کے بعد بھی یہ انوار و برکات باقی رہیں تو سمجھو کہ یہ انوار شیطانی ہیں اور اگر اس کے بعد یہ انوار و برکات ختم ہو جائیں تو سمجھو کہ یہ انوار رحمانی ہیں کیونکہ یہ انوار و برکات اس وقت ظاہر ہوتے ہیں جبکہ ایک تنکا بھی مِلک غیر سے اپنے اوپر آدمی حرام قرار دے لے۔

حضرت حکیم ننومیاں صاحبؒ نے فرمایا کہ حضرت شیخ عبدالقدوس صاحبؒ کے تمام صاحبزادگان صحیح العقیدہ متبع سنت اور مستغنی تھے، حضرت شیخ عبدالنبی صاحبؒ جو

عالم تھے اکبر بادشاہ کے استاذ تھے ،بعض مرتبہ اکبر بادشاہ کی انہوں نے پٹائی بھی کی ،جیسا کہ ملا بدایونیؒ نے اپنی تاریخ میں بیان فرمایا ہے اورانہوں نے متعدد مساجد دہلی سہارنپور وغیرہ کے اندر بنوائی ہیں، بہرحال یہ شیخ عبدالنبی صاحب اکبر بادشاہ کے یہاں رہنے لگے تھے تو ان کے خاندان نے اس کو اس لئے اچھانہیں سمجھا کہ ہمارا خاندان تو ایسا ہے کہ بادشاہ ہمارے یہاں آیا کرتے تھے اور یہ اتنے گر گئے ہیں کہ خود جاکر بادشاہ کے یہاں رہنے لگے، اس لئے اہلِ خاندان شیخ عبدالنبی صاحبؒ سے ناراض تھے اسی لئے انتقال کے بعد جب ان کا جنازہ دہلی سے گنگوہ تدفین کے لئے لایا گیا تو صاحبزادگان نے ان کے جنازہ کو گنگوہ میں دفن ہونے نہیں دیا پھر وہ جنازہ گنگوہ سے اندری جو ہریانہ میں مشہور جگہ ہے وہاں پر ان کی بنائی ہوئی مسجد بھی ہے وہاں ان کو دفن کیا گیا ہے، الحمدللہ احقر کا وہاں جانا ہوا اور مزار کے متصل مدرسہ بھی ہے دونوں کی زیارت اس ناکارہ کو ہوئی۔

حضرت فقیہہ الامتؒ نے بیان فرمایا کہ حضرت شیخ عبدالقدوس صاحبؒ کے یہاں خانقاہ میں جو متوسلین آتے تھے ان کی تربیت کے لئے خانقاہ میں ان کو کھانا گیلی تر لکڑی سے تول کر ملا کرتا تھا لکڑی خشک ہوتی رہتی تھی کھانا بھی کم ہوتا رہتا تھا کیونکہ پہلے بزرگوں کے یہاں تصوف میں چار چیزوں سے مجاہدہ کرایا جاتا تھا، قلت طعام، قلت کلام، اور قلت اختلاط مع الانام اور قلت منام اور جب وہ لکڑی جس سے تول کر کھانا دیا جاتا تھا خشک ہونی بند ہو جاتی تھی پرانی ہونے کی وجہ سے تو اس خشک لکڑی سے ایک گیلی تر لکڑی دوسری تول لی جاتی تھی پھر اس سے تول کر کھانا دیا جاتا تھا، لیکن اس دور میں

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ فرمایا کرتے تھے کہ پہلے قلت طعام اور قلت منام کے ذریعہ صوفیاء مجاہدات کرایا کرتے تھے اس وقت خوب کھاؤ اور خوب سوؤ لیکن آپس میں باتیں مت کرو اس لئے کہ باتیں کرنے سے آدمی کا وقت جو سونے چاندی ہیرے اور جواہرات سے زیادہ قیمتی ہے وہ ضائع ہوتا ہے، اس لئے اضاعت وقت سے آدمی بچے اور اس کو ذکر و مراقبہ میں لگانا چاہئے۔

حضرت مولانا محمد یونس صاحب شیخ الحدیث جامعہ مظاہر علوم سہارنپورؒ نے ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت شیخ عبدالقدوس صاحبؒ ذکر کے اندر مشغول تھے اچانک ایک جن حضرت کے سامنے نمودار ہوا، حضرت نے اس سے ڈانٹ کر معلوم کیا کیوں آیا ہے؟ اس نے عرض کیا کہ حضرت! آپ کی زیارت کے لئے آیا ہوں، حضرت نے فرمایا جھوٹ بولتا ہے تو فلاں عامل کا بھیجا ہوا نہیں آیا جس نے تجھے بھیجا ہے کہ عبدالقدوس کو اٹھا کر میرے پاس لا مجبوراً اس کو اقرار کرنا پڑا اس کے بعد حضرت شیخ عبدالقدوس صاحبؒ نے فرمایا کہ جا اسی کو اٹھا کر میرے پاس لے کر آ۔

جب حضرت گنگوہیؒ کی مجلس سہ دری کے باہر لگتی تھی تو حضرت مولانا داؤد صاحب گنگوہیؒ خلیفہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ اندر سہ دری میں کمر اور سر دیوار سے لگائے ہوئے ذکر کرتے رہتے تھے اور ان کے گلے کی ہڈی برابر چلتی رہتی تھی جب مولانا داؤد صاحبؒ کا انتقال ہوا تو انتقال کے بعد بھی وہ گلے کی ہڈی پھر بھی برابر چلتی رہتی تھی، حکیم محمد اسماعیل صاحبؒ جو ان کے معالج تھے وہ حضرت اقدس مولانا رشید احمد صاحبؒ کے پاس حاضر ہوئے اور حضرت گنگوہیؒ سے بتلایا کہ حضرت مولانا داؤد

صاحبؒ کا انتقال ہوگیا ہے اوران کے گلے کی ہڈی برابر چل رہی ہے اب ہم متردد ہیں کہ ان کی تجہیز وتکفین کرنی چاہئے یا نہیں، حضرتؒ نے فرمایا کہ یہ تو قیامت تک چلتی رہے گی آپ لوگ ان کی تجہیز وتکفین کردیں، چنانچہ شام کے وقت ان کا انتقال ہوا اور اگلے روز ظہر تک ان کی تجہیز وتکفین کوروکے رکھا کہ گلے کی ہڈی جب بند ہوجائے گی تو تجہیز وتکفین کی جائے گی، لیکن حضرت گنگوہیؒ کے ارشاد کے مطابق تجہیز وتکفین کی گئی، حضرت حکیم عبدالرشید محمود عرف حکیم ننومیاں صاحبؒ نے فرمایا کہ اس واقعہ کے سننے کے بعد ہم کو یقین آیا جو ہم حضرت شیخ عبدالقدوس صاحبؒ کے بارے میں سنتے تھے کہ انتقال کے بعد قلب کے قریب جب کان لگا کر لوگوں نے سنا تو اللہ اللہ کی آواز آرہی تھی، حضرت گنگوہیؒ کے صرف گنگوہ کے ایک ہی خلیفہ تھے مولانا داؤد صاحب اور حضرت گنگوہیؒ کی زندگی ہی میں ان کا انتقال ہوگیا تھا ان کے دوصاحبزادے تھے ایک حضرت مولانا مفتی ضیاء احمد صاحب جو ۱۳۴۰ھ سے ۱۳۵۳ھ تک مظاہر علوم میں مفتی رہے، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ سے ان کا تعلق تھا اور دوسرے حافظ محمد یحییٰ صاحبؒ انہوں نے تراویح میں پورا قرآن پاک سنایا کہیں غلطی نہیں آئی لیکن قل اعوذ برب الناس الخ جب پڑھنے لگے تو اس میں غلطی آگئی۔

ایک بار فرمایا کہ شیخ عبدالقدوس صاحبؒ عشاء سے فجر تک ذکر جہری کیا کرتے تھے آخر اس قدر غلبہ ہوگیا تھا کہ صاحبزادے آتے تو شیخ ان کا نام دریافت فرماتے تھے وہ نام بتاتے اس سے آگے کچھ عرض کرنے نہ پاتے تھے کہ شیخ پھر مستغرق ہوجاتے تھے (حضرت شیخ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اپنے قلب کو اول میں ذکر جہر سے جو زیادہ

دھنا ہے تو اب مجھ کو مہلت نہیں دیتا) اسی طرح کئی کئی بار سوال و جواب کے بعد نوبت کلام کی پہونچتی تھی، ایک دن فرمایا گنگوہ کے لوگوں نے حضرت شیخ عبدالقدوسؒ کی خدمت میں بمقام شاہ آباد ضلع انبالہ ایک عریضہ اس مضمون کا بھیجا کہ شاہی عامل گنگوہ میں بغرض بندوبست اراضی آیا ہوا ہے، حضور تشریف لاکر اپنی اراضی جو ڈابر گنگوہ میں مشہور بڑا تالاب ہے کے قریب ہے اپنے نام درج کرالیں، حضرت شیخ نے اس کا جواب لکھا بندگانِ خدارا از خلق خدا چہ کار (تذکرۃ الرشید ص:۲۵۴ ج:۲)۔

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ جس کے قلب میں ذکر کا اثر آجائے گا وہ شخص اہلِ بصیرت کے نزدیک صاحب حال ہوگا، مگر اثر جو اس کے بدن پر ظاہر ہوتا ہے جس کو اہل ظاہر حال کہتے ہیں اس کا کوئی وقت معین نہیں (۱) بعض کو ابتدا میں پیدا ہوتا ہے پھر جاتا رہتا ہے (۲) بعض کو درمیان میں پیدا ہوتا ہے آخر میں رفع ہو جاتا ہے (۳) بعض کو آخر میں پیدا ہوتا اور باقی رہتا ہے (۴) بعض کو درمیان میں پیدا ہوتا ہے اور نہیں جاتا (۵) بعض کو ابتداء سے آخر تک رہتا ہے، اس پر شاہ عبدالقدوس صاحبؒ کا تمثیلاً تذکرہ فرمایا اسکے بعد فرمایا (۶) بعض کو بالکل ہوتا ہی نہیں کمال مقصود کے واسطے دونوں ضروری نہیں جس کو جو طریق بھی حق تعالیٰ نصیب فرمائے (تذکرۃ الرشید ص:۲۳۱ ج:۲)۔

ایک مرتبہ فرمایا کہ حضرت شیخ عبدالقدوس صاحبؒ عشاء کی نماز کے بعد ذکر بالجہر کرنے بیٹھتے اور صبح تک کرتے تھے سو جس کا ذکر اتنا لمبا ہو اس کا حال کتنا لمبا ہوگا (تذکرۃ الرشید ص:۲۶۵ ج:۲)۔

ایک بار فرمانے لگے کہ عرصہ ہوا میں نے خواب میں حضرت شیخ عبدالقدوس

صاحبؒ کو دیکھا کہ حضرت قطب العالم اور مولوی محمد غوث صاحب جو علم فارسی میں میرے استاد تھے (یعنی حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کے) پہلوانوں کی طرح باہم کشتی کر رہے ہیں میں دونوں حضرات کو لڑتا ہوا اور مولانا محمد غوث صاحب کو پچھڑا ہوا دیکھ کر بھاگ آیا اس کے بعد آنکھ کھل گئی میں نے اس جواب کو شرم کے سبب مولوی صاحب سے کبھی ذکر نہیں کیا اور نہ اس وقت خواب کی تعبیر سمجھ میں آئی، اب خیال میں آیا کہ حضرت شیخ قدس سرہ مولوی صاحب کو تعلیم فرماتے تھے۔

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا گویا میں لڑکا ہوں اور حضرت شیخ عبدالقدوس صاحبؒ کے دروازہ پر علامت شروع تعمیر جیسی ہو رہی ہے، میں وہاں کو نکل کر خانقاہ میں گیا اس کے بعد آپ نے تعبیر کچھ بیان نہیں فرمائی اور بات ظاہر ہے محتاج تاویل ہے بھی نہیں۔

ایک بار ارشاد فرمایا کہ ایک روز میں نے حضرت شیخ عبدالقدوس صاحبؒ کے ایصالِ ثواب کو کھانا پکوایا تھا اس روز حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو خواب میں دیکھا کہ میں ان کے پاس بیٹھا ہوں یہ دیکھ کر آنکھ کھل گئی اسکے بعد آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اس وقت سے مجھے حنفی مذہب کے ساتھ محبت ہوگئی، شیخ کے ایصالِ ثواب کے موقع پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی زیارت کا تناسب حضرت سے کسی نے دریافت نہیں کیا ورنہ کیا عجب تھا کہ کوئی جدید فائدہ حاصل ہوتا، اپنے ناقص خیال میں یوں آتا ہے کہ شاید حضرت شیخ کا حنفی المذہب ہونا اور روحانیت شیخ کے توسل سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ تک رسائی جن کا قول مذہب حنفی میں اکثر ماخوذ و معمول ہے اس رویائے صالحہ کا

مطلب ہو واللہ اعلم (تذکرۃ الرشید رص: ۱۳۷ رج: ۲)۔

ایک بار حضرت گنگوہیؒ نے ارشاد فرمایا کہ شاہ عبدالقدوس صاحبؒ نے تمام عمر فاقہ پر فاقہ اٹھائے ہیں صاحبزادے بھوک کے مارے بلکتے چیختے اور روتے تھے ان کی والدہ بہلانے کے واسطے چولہے پر خالی ہانڈی چڑھا دیتیں اور جب بچے بھوک سے بیتاب ہو کر کھانے کا تقاضہ کرتے تو ان کو چمکارتیں اور تسلی دیکر فرماتی تھیں دیکھو چولہے پر کیا چڑھا ہوا ہے گھبرائے کیوں جاتے ہو تمہارے والد آئیں گے ان کے ساتھ کھانا کھائیو، بچے روتے ہوئے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے اور مچلتے کہ جلدی چلو ہمیں گھر چل کر کھانا کھلاؤ، حضرت ان کے ہمراہ گھر میں تشریف لاتے اور بیٹھ کر خود بھی ان کے ساتھ آبدیدہ ہوتے اور یوں فرمایا کرتے تھے کہ میرے گناہوں کے باعث ان معصوم بچوں پر بھی مصیبت آئی، یہی قصہ دن میں دو چار بار ہوتا (تذکرۃ الرشید رص: ۲۶۵ رج: ۲)۔

تصانیف

دوسری باقیات صالحات حضرت شیخؒ کی تصانیف ہیں جن میں علوم وحکمت کے خم کے خم پلائے گئے ہیں، بہترین تفاسیر اور تصوف کے وہ نکات بیان کئے گئے ہیں جن کو سمجھنے والے بھی آج کم ہیں، ان میں سے بعض کتابیں موجود ہیں اور بعض جاتی رہیں:

انوار العیون، اسرار الاخیار، رسالہ قدسیہ، ارشاد نامہ شرح لمعات، معارف شرح عوارف، مظہر العجائب، فوائد القراءۃ، بحر الاشعار، مکتوبات قدوسیہ، مجمع البحرین وغیرہما (سیرت قدوسیہ رص: ۷۲)۔

عام طور پر جب کوئی شخص اپنے بعد کوئی صالح اولاد چھوڑتا ہے تو نجات وفلاح دارین کا وسیلہ سمجھ کر فخر کرتا ہے اور واقعہ بھی یونہی ہے کہ باقی رہنے والی سعادتمند اولاد کا وجود والدین کیلئے بلا قصد ثواب پہنچتے رہنے کا باعث ہے، اس کی کوئی عبادت بھی ایسی نہیں جس کے ثواب میں بے اختیاری طور پر والدین کا حصہ نہ ہو۔

حضرت شیخ خود تشریف لے گئے لیکن اپنے بعد ایک ایسا بہتا ہوا دریا چھوڑ گئے جس کا فیض ایک عرصہ تک جاری رہے گا، مرنے والے ایک دو ہیں اولادوں پر فخر کرتے ہیں لیکن یہاں تو صلبی اور روحانی اولاد کا ایسا غیر متناہی سلسلہ ہے جو آسانی کے ساتھ ختم ہی نہیں ہوسکتا، روحانی اولاد میں خلفاء اور مریدین کی تعداد کسی طرح شمار نہیں کی جاسکتی صرف اتنا سنا گیا ہے کہ علاوہ دوسرے خلفاء اور مستفیدین کے تین سو خلفاء سرائے قبرستان (بانسو) میں مدفون ہیں (از حضرت مولانا مسعود احمد صاحب صاحبزادہ حضرت گنگوہیؒ) مشاہیر خلفاء میں حضرت جلال الدین تھانیسریؒ ہیں اور یہی یا چند خلفاء صاحب سلسلہ بھی ہیں۔

دوسرے خلفاء جن کا پتہ چل سکا یہ ہیں:

(۱) حضرت شیخ بھوروؒ (۲) حضرت شیخ عمرؒ (۳) حضرت شیخ عبدالغفور اعظم پوریؒ (۴) حضرت شیخ سید راجاؒ جن کی اولاد اس وقت سادات گنگوہ میں ماڑے مشہور ہیں (بعد میں یہ لوگ رافضی ہوگئے، پہلے پکے سنّی تھے اسی وقت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی شادی انہیں لوگوں میں ہوئی تھی) حضرت سید راجا کا مزار قبرستان بانسو کے قریب لب سڑک ایک اونچے ٹیلہ پر تھا (۵) حضرت شیخ سید محمد مہدیؒ (٦) حضرت شیخ خاں خضرؒ

(۷) حضرت شیخ عزیز اللہ جو حضرت شیخ عبدالقدوس صاحبؒ کے چھوٹے بھائی ا
قطب الافکار کے مؤلف ہیں (۸) حضرت شیخ عبدالستار سہارنپوریؒ (۹) حضرت شیخ
عبدالواحدؒ (۱۰) حضرت شیخ عبدالرحمٰن (۱۱) حضرت شیخ عبدالعزیز کیرانویؒ (۱۲)
حضرت شیخ سید رفیع الدین اکبرآبادیؒ وغیرہم، واللہ اعلم (لطائف خزینہ اقتباس)۔

حضرت قدس سرہ کی زبان مبارک سے سنا کہ جس زمانہ میں شیخ کے بچے دہلی میں پڑھتے تھے جب کبھی ان کو والد بزرگوار کی زیارت کا شوق اور امنگ ہوتی ان کی خدمت میں عریضہ لکھتے کہ اگر امرِ عالی اور اجازت ہو تو حاضری کی تیاری کریں، شیخ فرماتے کہ ان بچوں کے آنے سے ان کی تعلیم کا حرج ہوگا اس لئے ہم کو ہی ان کے پاس چلا جانا چاہئے اور باوجود اس کبرسنی اور ناتوانی کے خود دہلی تشریف لے جاتے، حضرت تھانویؒ اس پر فائدہ لکھتے ہیں: علمِ دین کی کس درجہ ضرورت آپ کی نظر میں تھی اس سے ظاہر ہے (السنۃ الجلیۃ فی الچشتیۃ العلیہ رص:۶۷)۔

نیز حضرت قدس اللہ سرہ العزیز نے اس سلسلہ میں فرمایا کہ ایک بار شیخ دہلی میں آئے ہوئے تھے، شیخ حاجی عبدالوہاب بخاری جو کہ سید جلال الدین بخاری کی اولاد میں سے تھے عالم اور صاحب حال تھے، انہوں نے اپنی لکھی ہوئی تفسیر کو شیخ کے پاس بھیجا شیخ نے اس کو کھولا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اہل بیت کے طہارت کے متعلق جو آیت ہے وہ نظر پڑی اس مقام پر شیخ عبدالوہاب نے لکھا تھا کہ نبی کی تمام اولاد خاتمہ سے بیخوف ہے اور ان کا خاتمہ یقیناً بالخیر اور اچھا ہوتا ہے، شیخ عبدالقدوسؒ نے اس کے حاشیہ پر لکھا کہ یہ مضمون مذہب اہل سنت والجماعت کے خلاف ہے اور کتاب کو واپس کردیا، وہاں اس

مسئلہ کے اندر بہت دنوں تک علماء میں گفتگو ہوتی رہی بالآخر جو کچھ شیخ عبد القدوسؒ نے فرمایا تھا اس کو سب نے برقرار رکھا، اس پر حضرت تھانویؒ فائدہ لکھتے ہیں کہ عقائد میں بدعت سے کس قدر بعد تھا (السنۃ الجلیۃ فی الچشتیۃ العلیہ رص: ۶۷)۔

نیز صاحب زبدۃ المقامات لکھتے ہیں: کہ ان کے اکثر مکتوبات میں انکسار وافتقار وخوف خاتمہ کار کے متعلق تحریر کر کے جا بجا لکھتے ہیں کہ حضرت قدس اللہ سرہ العالی نے آنجناب کا حال نقل فرمایا ہے کہ باوجود غلبہ احوال کے دینی احکام کے عزلتوں کی رعایت اس قدر مہتم بالشان تھی، ایک دفعہ امام مسجد (وقت پر) نہ آئے اوران کے بھتیجے شیخ عبد النبی آگے بڑھے اورامامت کی الذین اور انعمت کے درمیان میں کچھ ان سے وقفہ ہو گیا شیخ نے دوبارہ نماز پڑھی اور بہت غصہ سے فرمایا کہ نوعمروں کو منع کرنا چاہئے کہ وہ امامت نہ کریں، اور لوگوں کی نماز فاسد نہ کریں، اتنی بات بھی نہیں جانتے کہ موصول صلہ سے مل کر بمنزلہ ایک کلمہ کے ہوتا ہے کہ اس کے درمیان میں قطع کرنا درست نہیں اور وقفہ اس کے درمیان میں جائز نہیں، حضرت تھانویؒ اس پر فائدہ لکھتے ہیں کہ کس قدر دقیق احتیاط فرمائی ہے جس سے احکام واعمال شرعیہ کا بیحد اہتمام معلوم ہوتا ہے (السنۃ الجلیۃ رص: ۶۹)۔

منقول ہے کہ مرض الموت کی حالت میں عبادت کے اندر کسی قسم کا تفاوت نہ پیدا ہوا، باوجود اس کے کہ محویت کامل طور پر تھی ایک رات ستر بار تازہ وضو کر کے نماز تحیۃ الوضو پڑھی اخیر میں وضو کیلئے اشارہ کیا اور دو رکعت نماز کی نیت باندھی اور رکوع وسجدہ اشارہ سے کیا اسی حالت میں انتقال فرمایا، حضرت اقدس مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ اس پر فائدہ لکھتے ہیں: احکام شرعیہ کا اتنا اہتمام بدون اس کے ہو نہیں سکتا کہ کسی کے رگ

وپے میں شریعت کی اہمیت رچی ہوئی ہو(السنۃ الجلیۃ فی الچشتیۃ العلیہ رص:۶۹)۔

نیز وہ (حضرت مولانا رکن الدین صاحب) فرماتے ہیں کہ والد بزرگوار (حضرت شیخ عبدالقدوس صاحب گنگوہی قدس سرہ) اولیاء میں سے تھے تلاوت قرآن کا معمول رکھتے تھے اور مسائل شرعیہ کا ہمیشہ مطالعہ کرتے تھے اور اشراق وچاشت وفی الزوال اور تہجد کی نمازیں کبھی نہیں چھوڑتے تھے اور وضو کرتے وقت دنیا کی باتیں نہ کرتے تھے تاوقتیکہ فرض اور سنت اور نماز سب نہ پڑھ لیں، حضرت تھانویؒ اس پر فائدہ لکھتے ہیں کہ جو کچھ اس عبارت کا مفہوم ہے ظاہر ہے(السنۃ الجلیۃ رص:۶۹)۔

حضرت قطب الوقت (حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی قدس سرہ) حضرت سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی متابعت میں اس قدر مضبوط اور راسخ تھے کہ ایک ذرہ برابر شرع سے تجاوز کرنے کو ظاہری وباطنی احکام میں جائز نہ سمجھتے تھے نہ اپنے لئے اور نہ دوسروں کے لئے اور اگر کسی سے کوئی امر خلاف شرع معلوم ہوتا تو آپ اس سے بیزار اور تبری اختیار فرماتے اور اپنے پاس نہ آنے دیتے (السنۃ الجلیۃ رص:۷۶)۔

حضرت قطب الوقت (شیخ عبدالقدوس قدس سرہ) بڑھاپے اور اخیر عمر میں سو رکعت نماز شب برات کی اور نماز تراویح ماہ مبارک رمضان کی اور تمام وظیفے رات دن کے (ان سب کو پابندی سے پورا کرتے تھے، کبھی ناغہ نہیں فرمایا، اور عمل عزیمت پر کرتے تھے اور رخصت کی کوئی قدروقیمت ان کے نزدیک نہ تھی، بالخصوص جس دن بارش کی کثرت ہوتی یا جاڑا شدت سے ہوتا یا ہوا تیز چلتی اپنے نفس پر سختی فرماتے اور وضو اور نماز اور دوسری عبادات کا عمل زیادہ کرتے، الغرض حضرت کی استقامت دین میں عقل کو حیرت تھی کیونکہ

معاملہ آنحضرت کا خارج از طاقت بشری تھا، چنانچہ کسی نے کہا ہے، ترجمہ بیت: نہ معلوم کہ یہ کیسے مرد تھے کہ عمل میں مشغول رہتے تھے (السنۃ الجلیۃ فی الچشتیۃ العلیہ رص:۷۶)۔

حالات شاہ ابوسعید صاحبؒ

(۱) ایک مرتبہ ایک نور باف گنگوہ میں اپنا تانا تن رہا تھا حضرت شیخ ابوسعید صاحبؒ شکار کو جارہے تھے، شکاری کتا ساتھ تھا اتفاقاً کتا تانے کے اوپر کودا جس سے نور باف کا دھاگا ٹوٹ گیا اس نور باف نے ایک جملہ کہا کہ ایسے نہ ہوتے تو گھر سے دولت کیوں جاتی، یعنی ایسے تھے تب ہی تو گھر سے دولت گئی، اس بات کا حضرت شاہ ابوسعید صاحبؒ پر بڑا اثر ہوا، واپس گھر آئے اور والدہ صاحبہ سے عرض کیا کہ ہمارے گھر وہ کیا دولت تھی جس کا نور باف نے مجھ کو طعنہ دیا، اس پر والدہ صاحبہ نے کہا کہ وہ فقیری تھی، پوچھا اب وہ کہاں ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ اب تو وہ بہت دور چلی گئی اس کا حاصل کرنا آسان نہیں ہے، لیکن حضرت شاہ ابوسعید صاحبؒ نے عرض کیا کہا اماں آپ بتلائیں وہ کہاں ہے میں اس کو لیکر آؤں گا، انہوں نے عرض کیا کہ حضرت شاہ نظام الدین بلخیؒ کے پاس بلخ میں ہے، چنانچہ حضرت شاہ ابوسعید صاحبؒ سامان سفر لیکر بلخ کے ارادہ سے چلدیئے۔

چنانچہ حضرت گنگوہیؒ نے ایک روز فرمایا کہ شاہ ابوسعید صاحب گنگوہیؒ بغرض بیعت شاہ نظام الدین بلخیؒ کی خدمت میں بلخ تشریف لے گئے شاہ نظام الدینؒ کو اطلاع ہوئی کہ صاحبزادہ تشریف لائے ہیں تو ایک منزل پر آ کر استقبال کیا اور بہت اعزاز واحترام کے ساتھ لیکر بلخ پہونچے وہاں پہونچ کر صاحبزادہ صاحب کی خوب خوب خاطر

کی ، ہر روز نئے نئے اور لذیذ سے لذیذ کھانے پکوا کر کھلاتے ان کو مسند پر بٹھاتے خود خادموں کی جگہ بیٹھتے آخر جب شاہ ابوسعید صاحبؒ نے اجازت چاہی کہ وطن واپس ہوں تو شاہ نظام الدینؒ نے بہت سی اشرفیاں بطور نذر پیش کیں ،اس وقت شاہ ابوسعید صاحبؒ نے عرض کیا کہ حضرت اس دنیوی دولت کی مجھے ضرورت نہیں ہے نہ اس کے لئے میں یہاں آیا مجھے تو وہ دولت چاہئے جو آپ ہمارے یہاں سے لیکر آئے ہیں ، بس اتنا سننا تھا کہ شاہ نظام الدین صاحبؒ آنکھ بدل گئے اور جھڑک کر فرمایا جاؤ طویلہ میں جا کر بیٹھو اور کتوں کے دانہ راتب کی فکر رکھو ، غرض یہ طویلہ میں آئے شکاری کتے ان کی تحویل میں دیدیئے گئے کہ روز نہلائیں دھلائیں اور ستھرا رکھیں ، کبھی حمام جھکوایا جاتا اور کبھی شکار کے وقت شیخ گھوڑے پر سوار ہوتے اور یہ کتوں کی زنجیر تھام کر ہمراہ چلتے ، آدمی سے کہدیا گیا کہ یہ شخص جو طویلہ میں رہتا ہے اس کو دو روٹیاں جو کی دونوں وقت گھر سے لادیا کرو ، اب شاہ ابوسعید صاحبؒ کبھی حاضر خدمت ہوتے تو شیخ نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھتے چماروں کی طرح دور بیٹھنے کا حکم فرماتے اور التفات بھی نہ فرماتے تھے کہ کون آیا اور کہاں بیٹھا ، تین چار ماہ بعد ایک روز حضرت شیخ نے بھنگن کو حکم دیا کہ آج طویلہ کی لید اکھٹی کر کے لیجائے تو اس دیوانہ کے پاس سے گذریو جو طویلہ میں بیٹھا رہتا ہے ، چنانچہ شیخ کے ارشاد کے بموجب بھنگن نے ایسا ہی کیا پاس سے گذری کہ کچھ نجاست شاہ ابوسعید پر پڑی ، شاہ ابوسعید کا چہرہ غصہ سے لال ہو گیا تیوری چڑھا کر بولے ''نہوا گنگوہ ورنہ اچھی طرح مزا چکھاتا ، غیر ملک ہے شیخ کے گھر کی بھنگن ہے اس لئے کچھ کر نہیں سکتا'' پھر دو ماہ تک خبر نہ لی اس کے بعد بھنگن کو حکم ہوا کہ آج پھر ویسا ہی کرے بلکہ قصداً کچھ غلاظت شاہ ابوسعید پر

ڈالکر جواب سنے کہ کیا ملتا ہے، چنانچہ بھنگن نے پھر ارشاد کی تعمیل کی، اس مرتبہ شاہ ابوسعید نے کوئی کلمہ زبان سے نہیں نکالا ہاں تیز اور ترچھی نگاہ سے اس کو دیکھا اور گردن جھکا کر خاموش ہورہے، بھنگن نے آکر حضرت شیخ سے عرض کیا کہ آج تو میاں کچھ بولے نہیں تیز نظروں سے دیکھ کر چپ ہورہے، حضرت شیخ نے فرمایا ابھی کچھ بو باقی ہے، پھر دو چار ماہ کے بعد بھنگن کو حکم دیا کہ اس مرتبہ لید گوبر کا بھرا ٹوکرہ سر پر پھینک ہی دیجیو کہ پاؤں تک بھر جائیں، چنانچہ بھنگن نے ایسا ہی کیا مگر اب شاہ ابوسعید بن چکے تھے جو کچھ بننا تھا، اس لئے گھبرا گئے اور گڑ گڑا کر کہنے لگے مجھ سے ٹھوکر کھا کر بیچاری گر گئی کہیں چوٹ تو نہیں لگی، یہ فرما کر گری ہوئی لید جلدی جلدی اٹھا کر ٹوکرے میں ڈالنی شروع کی کہ لا میں بھر دوں، بھنگن نے قصہ حضرت شیخ سے آکر کہا کہ آج تو میاں جی غصہ کی جگہ اُلٹے مجھ پر ترس کھانے لگے اور لید بھر کر میرے ٹوکرے میں ڈالدی، شیخ نے فرمایا ''بس اب کام ہوگیا'' اسی دن شیخ نے خادم کی زبانی کہلا بھیجا کہ آج شکار کو چلیں گے کتوں کو تیار کرکے ہمراہ ہونا شام کو شیخ گھوڑے پر سوار خدام کا مجمع ساتھ جنگل کی طرف چلے، شاہ ابوسعید کتوں کی زنجیر تھامے پابرکاب ہمراہ ہولئے، کتے تھے زبردست شکاری، کھاتے پیتے توانا اور ابوسعید بیچارے سوکھے بدن کمزور اس لئے کتے ان کے سنبھالے سنبھلتے نہ تھے، بہتیرا کھینچتے روکتے مگر وہ قابو سے باہر ہوئے جاتے، آخر انہوں نے زنجیر اپنی کمر سے باندھ لی شکار جو نظر پڑا تو کتے اس پر لپکے اب شاہ ابوسعید بیچارے گر گئے اور زمین پر گھسٹتے کتوں کے کھینچے کھینچتے چلے جاتے تھے، کہیں اینٹ لگی کہیں کنکر چُبھی بدن سارا لہولہان ہوگیا مگر انہوں نے اُف نہ کی، جب دوسرے خادم نے کتوں کو روکا اور ان کو اٹھایا تو یہ تھر تھر کانپے کہ حضرت خفا ہوں

گے اور فرمائیں گے حکم کی تعمیل نہ کی کتوں کو روکا کیوں نہیں ؟ شیخ کو تو امتحان منظور تھا سو ہولیا، اسی شب شیخ نے اپنے مرشد قطب العالم شیخ عبدالقدوسؒ کو خواب میں دیکھا کہ رنج کے ساتھ فرماتے ہیں نظام الدین میں نے تجھ سے اتنی کڑی محنت نہ لی تھی جتنی تو نے میری اولاد سے لی ہے، صبح ہوتے ہی شاہ نظام الدینؒ نے شاہ ابوسعید صاحبؒ کو طویلہ سے بلا کر چھاتی سے لگالیا اور فرمایا خاندان چشتیہ کا فیضان میں ہندوستان سے لیکر آیا تھا تم ہی ہو جو میرے پاس سے اس فیضان کو ہندوستان لئے جاتے ہو، مبارک ہو وطن جاؤ غرض مجاز طریقت بنا کر ہندوستان واپس فرمایا (تذکرۃ الرشید/ص:۲۵۶/ج:۲)۔

ایک مرتبہ حکیم ننو میاں صاحب گنگوہی متوفی ۱۹۹۵ء نے ارشاد فرمایا کہ حضرت شاہ ابوسعید صاحبؒ ایک مرغ کا پلاؤ تنہا کھایا کرتے تھے، ایک دن پورے مرغ کا پلاؤ آیا ایک خاں صاحب آپ کے قریب بیٹھے ہوئے تھے ان خاں صاحب کے دل میں یہ بات آئی کہ یہ ہیں تو بزرگ اور اتنا کھاتے ہیں اس وارده پر حضرت شیخ مطلع ہوئے اور پورا طباق خاں صاحب کی طرف کر کے ارشاد فرمایا کہ خاں صاحب کھایئے وہ صاحب پورا طباق صاف کر گئے اس کے بعد حضرت شاہ ابوسعید صاحبؒ نے خاں صاحب سے ارشاد فرمایا کہ آج چارپائی ہمارے قریب بچھانا، چنانچہ چارپائی حضرت کے کمرہ میں بچھائی گئی رات کا کچھ حصہ گذرنے کے بعد حضرت شاہ ابوسعید صاحب اٹھے وضو کیا اور ذکر میں مشغول ہو گئے، اس طرح پر کہ لا الٰہ کہتے تو چھت میں لگتے اور الا اللہ کہتے تو زمین پر لگتے تھے، اسی طرح تہجد کے وقت تک ذکر کیا اس کے بعد ان خاں صاحب نے کہا کہ حضرت رات میں اس قدر مجاہدہ کرتے ہیں ان کیلئے تو ایک کے بجائے دو مرغ کا

پلاؤ بھی کم ہے۔

نیز حضرت حکیم صاحبؒ نے فرمایا کہ حضرت شاہ ابوسعید صاحبؒ کی خوراک کئی آدمیوں کے برابر تھی، ایک مرتبہ حضرت سخت بیمار ہو گئے صرف ایک چپاتی خوراک رہ گئی کچھ عرصہ اس طرح گذرا، ایک مرتبہ جناب رسول اللہ ﷺ خواب میں تشریف لائے حضرت شاہ ابوسعید صاحب نے عرض کیا یا رسول اللہ اب تو کافی دن بیماری کو ہو گئے ہیں اب آپ علاج فرما دیجئے کہ میں ٹھیک ہو جاؤں، چنانچہ حضور اقدس ﷺ نے چھری سے آنت کا حصہ کاٹ کر اس پر اپنا دست مبارک پھیرا فوراً شفا ہو گئی، اسی وقت اہلیہ کو بیدار کیا اور روٹی پکوائی اور الحمدللہ پھر خوراک پہلے کی طرح ہو گئی اور وہ چھری اور کٹی ہوئی آنت حضرت کے سرہانے کے قریب رکھ کر حضور ﷺ تشریف لئے گئے، صبح کے وقت وہ دونوں چیزیں آپ کے سرہانے رکھی ہوئی تھیں، حضرت شاہ ابوسعید صاحبؒ نے وصیت فرمائی کہ یہ دونوں چیزیں میرے مرنے کے بعد میری قبر میں رکھ دی جائیں، چنانچہ حسب وصیت دونوں چیزیں آپ کی قبر میں رکھ دی گئیں۔

حضرت شیخ ابوسعید قدس سرہ آپ حضرت شیخ عبدالقدوس صاحب گنگوہی قدس سرہ کے پوتے اور صاحبِ سِر (محرمہ راز) تھے آپ کی والدہ حضرت شیخ جلال الدین تھانیسریؒ کی بیٹی تھیں، آپ نے کچھ عرصہ اپنی ولایت کو سپاہ گری میں پوشیدہ رکھا، لیکن جب عشق نے غلبہ کیا تو آپ نے سب کچھ ترک کر کے حضرت جلال الدین کی صحبت اختیار کی چونکہ آں حضرت بہت ضعیف ہو چکے تھے ان کی تربیت کا کام حضرت نظام الدین (بلخیؒ) کے سپرد کیا، چنانچہ ریاضت ومجاہدہ کے بعد (جیسا کہ پہلے واضح

ہو چکا) آپ نے خرقۂ خلافت شیخ نظام الدین سے حاصل کیا، کچھ عرصہ کے بعد حضرت شیخ قدس سرہ نے بھی خلافت عطا فرمائی اور نورٌ علیٰ نور ہو گئے، اس کے بعد گنگوہ واپس آئے اور اپنے جدّ بزرگوار حضرت شیخ عبدالقدوس صاحبؒ کی مسند ارادت پر متمکن ہو کر تربیت مریدین میں مشغول ہو گئے، آپ کے فیض صحبت سے بہت لوگ مرتبۂ تکمیل وارشاد کو پہنچے، اس فقیر کاتب حروف اور حضرت شیخ ابوسعید صاحبؒ کے درمیان بے حد محبت و یکجہتی تھی، آپ سترِ حال (اپنے کو پوشیدہ رکھنا) میں بہت کوشاں رہتے تھے، نہایت دردمند صاحبِ ذوق وعرفان تھے، آپ جہاں سے مردانہ گئے اور اپنے دادا کے آستانہ میں دفن ہوئے، رحمۃ اللہ علیہ (مرأۃ الاسرار، حضرت شیخ عبدالرحمٰن چشتی رص:۱۱۹۳)۔

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ

اپنے ابتدائی دور کے بہت سے حالات اور اللہ جل شانہ کے انعامات واحسانات کا کچھ بیان باب دوم کی ابتداء میں گذر چکا، پہلے یہ لکھ چکا ہوں کہ یہ ناکارہ ڈھائی سال کی عمر میں کاندھلہ سے گنگوہ گیا اور حضرت قطب عالم گنگوہی قدس سرہ کا دور تھا اور حضرت مولانا رشید احمد قدس سرہ کی اس ناکارہ کے والد پر بہت ہی توجہ اور خصوصی نظر تھی، خادم خاص اور کاتب خطوط اور شریک حجرہ تھے، اس لئے حضرت کے خدام میں ہر شخص انتہائی شفقت سے پیش آتا، خانقاہ سے باہر ایک مٹھائی کی دکان تھی ''ابُّو'' اس دکاندار کا نام تھا، اس نے گویا بیٹا بنا رکھا تھا، جب میں مولانا سید احمد صاحب کی گردن پر سوار ادھر کو گذرتا وہ بیٹا بیٹا کہہ کر اپنی دکان سے بھاگتا اور دو تین مٹھائی کی ڈلیاں میرے ہاتھ پر رکھتا، میرے ہاتھ سے تو وہ سنبھلتی بھی نہ تھی، حضرت مولانا سید احمد صاحب قدس

سرہ اپنے ہاتھ میں لے لیتے اور اپنے مونڈھے کے اوپر کو چلتے چلتے مجھے کھلا بھی دیتے، گنگوہ میں ہر ہفتہ پیٹھ لگتی تھی جواب بھی لگتی ہے، اس میں دور دور کے دکاندار حضرت مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہ کی زیارت کے اشتیاق میں اپنی اپنی دکانیں لے کر آیا کرتے تھے، بڑوت کے ایک مخلص حضرت گنگوہیؒ کے جاں نثار خادم حاجی مولا بخش ان کی جوتوں کی دکان تھی ہر ہفتہ تشریف لاتے اور بہت اصرار کرتے کہ مجھے ایک جوڑا جوتے کا دیکر جائیں اور جب پہلا جوتا صحیح وسالم ہوتا تو ابا جان انکار فرماتے اس مجبوری کی وجہ سے مجھے اگلے ہفتہ اس کو چاقو سے کاٹنا پڑتا تھا اور پانی میں بھگونا پڑتا تھا۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی قدس سرہ اس سے آگے آپ بیتی رص:۳۳۴ر پر تحریر فرماتے ہیں کہ ''سب سے پہلا دور حضرت قطب عالم قطب الاقطاب حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ نور اللہ مرقدہ اعلی اللہ مراتبہ کا دیکھا، میری عمر ڈھائی برس کی تھی جب گنگوہ حاضر ہوا اور آٹھ برس کی تھی جب حضرت قدس سرہ کا وصال ہوا، شعور تو اب تک بھی نصیب نہ ہوا مگر وہ تو عرف میں بھی بے شعوری کا زمانہ تھا اس بے شعوری اور بے تمیزی کے زمانہ میں بھی اپنی چند حماقتیں ضرور یاد ہیں، سب سے پہلی تو یہ کہ حضرت قدس سرہ چار زانو تشریف فرما ہوتے اور یہ بے ادب حضرت قدس سرہ کے دونوں گھٹنوں پر ایک ایک پاؤں رکھ کر حضرت قدس سرہ کی گردن میں ہاتھ ڈال کر لپٹ کر کھڑا ہو جاتا تھا، اب جب خیال آتا ہے دھڑ دھڑی آجاتی ہے اور میرے کپڑوں میں سے کتنی بدبو حضرت کو آتی ہوگی اور کتنی تکلیف حضرت کو پہونچتی ہوگی، یہ بھی خوب یاد ہے کہ حضرت قدس سرہ کی معیت میں حضرت کے ساتھ کھانا

کھانے کی کئی دفعہ نوبت آئی اور حضرت کو چونکہ نزول آب ہو چکا تھا اس لئے حضرت قدس سرہ تو بہت آہستہ آہستہ نوش فرماتے اور مجھے اس عمر میں جو بدتمیزی کرنی چاہئے تھی وہ کیا بیان کروں البتہ چونکہ حضرت قدس سرہ کی صاجزادی جناب الحاج حافظ محمد یعقوب صاحبؒ کی والدہ ماجدہ برابر کھڑی ہوئی ہوا کرتی تھیں اور ان کے بارعب چہرہ سے میں ڈرا کرتا تھا، اس لئے جب وہ ادھر ادھر ہوتیں تو جلدی سے دست درازی کیا کرتا تھا، لیکن بعد میں بڑے ہوکر حضرت صاجزادیؒ کی براہ راست جو شفقتیں ہوئیں وہ بھی لاتعد وولاتحصیٰ تھیں، شاید ایک دو واقعہ کہیں لکھوادوں۔

یہ میں باب دوم میں لکھوا چکا ہوں کہ جب میں حضرت قدس سرہ کے ساتھ شریک نہ ہوتا تو ڈاکٹر عبدالرحمٰن صاحبؒ اور ان کی اہلیہ محترمہ میرے لئے پلاؤ خاص طور سے رکھا کرتی تھیں، یہ بھی خوب یاد ہے کہ حضرت قدس سرہ کو امرودوں کا بہت شوق تھا اور چونکہ دانت نہیں تھے اس لئے حضرت مولانا سید احمد صاحب مدنی نوراللہ مرقدہ حضرت قدس سرہ کیلئے ایسی باریک ورقیاں امرودوں کی کاٹتے جیسے پتنگ کا کاغذ ہوتا ہے، بڑی مہارت تھی حضرت قدس سرہ کے سامنے سے جو کچھ بچتا اس کا واحد وارث میں ہی تھا، اس کے علاوہ حضرت کی چارپائی کے نیچے پھل مٹھائی وغیرہ کی ٹوکریاں اور ہنڈیاں رکھی رہا کرتی ان پر چوری سے نہیں اگر غصب سے کہوں تو بے محل بھی نہیں، بہرحال غاصبانہ تصرف میرا ہی ہوتا تھا، غصب میں نے اس لئے کہا کہ میرے والد صاحب نوراللہ مرقدہ اگر دیکھتے تو گھورتے اور مجھے جھڑک بھی دیتے تھے، لیکن حضرت مولانا سید احمد صاحب جو حضرت قدس سرہ کی اس قسم کی چیزوں کے منتظم تھے ان کی طرف سے اذن عام تھا بلکہ

والد صاحب کے گھورنے یا جھڑکنے پر میں اگر اس چیز کو واپس ڈالدیتا اور وہ دیکھ لیتے تو اٹھا کر چپکے سے اور کبھی ان کے سامنے بھی مجھے دیدیتے تھے، حضرت قدس سرہ کے یہاں عام معمول چائے کا تو مجھے اچھی طرح یاد نہیں کہ تھا یا نہیں لیکن یاد پڑتا ہے کہ کبھی کبھی دو حصہ دودھ اور ایک حصہ چائے کی ایک چھوٹی پیالی ہوتی تھی، آگے حضرت شیخ الحدیث آپ بیتی رص:۳۳۶ر پر لکھتے ہیں کہ ''اعلیٰ حضرت قدس سرہ نور اللہ مرقدہ اعلی اللہ مراتبہ کی ہمرکابی میں عیدگاہ میں جانا بھی خوب دیا ہے، ایک پالکی میں سرہانے کی طرف حضرت قدس سرہ ہوتے اور دوسری طرف یعنی (پاؤں کی جانب) یہ سیہ کار (حضرت مولانا زکریا صاحب کاندھلویؒ) بیٹھا ہوا کرتا اور بڑے بڑے مشائخ درس اکابر صوفیا، محدثین اس کو اٹھانے والے ہوتے، دس بارہ آگے ہوتے دس بارہ پیچھے اور دو سو ڈھائی سو کا مجمع ادھر ادھر تشبیہ تو اچھی ہے نہیں مگر کوئی لفظ سمجھ میں نہیں آیا کہ جنازہ کی طرح سے ایسی جلدی جلدی کندھا بدلتے کہ میں بیٹھا اس منظر کی سیر کیا کرتا تھا، خانقاہ سے عیدگاہ تک نہایت آہستہ خراماں خراماں وہ پالکی چلتی اور ہر شخص کی تمنا ہوتی کہ مجھے بار بار یہ سعادت ملے، ہمت والے نوجوان تو دو دو بار نمبر لگا لیتے جس کو میں دیکھتا رہتا اور ضعفا ایک آدھ ہی چکر لگا پاتے، مگر چونکہ تواضع اور احترام کا خاص منظر تھا اس لئے دوسرے آنے والے کے بعد پہلے والے کو ہٹنے میں ذرا تأمل نہیں ہوتا تھا''۔

ایک حماقت ساری عمر یاد رہے گی، حضرت قدس سرہ کی سہ دری اور شرقی جانب ایک بہت بڑا چبوترہ تھا اس کے اوپر ایک بہت بڑا چھپر پڑا رہتا تھا گویا میرے والد صاحب ان کے متعلقین وخدام ادب کی قیام گاہ تھی، اس میں چارپائیاں بھی پڑی

رہتیں اور سردیوں میں پُرال اور گرمیوں میں چٹائیاں، وہی گویا میری بھی قیام گاہ تھی جب حضرت قدس سرہ دوپہر کو کھانا کھا کر مکان سے تشریف لاتے اور خانقاہ شریف کے اندر داخل ہوتے تو میں اس قدر زوردار جھٹکے سے السلام علیکم کہتا اور دونوں عینوں کو ایسے جھٹکے سے کہتا اور حضرت قدس سرہ اتنے ہی زوردار جھٹکے سے وعلیکم السلام کہتے کہ حضرت قدس سرہ کی آواز اب بھی کانوں میں گونج رہی ہے، اور اجل خلفاء اور اکابر علماء جب حضرت قطب عالم کی مجلس میں بیٹھتے تو سر جھکا کر بیٹھتے کان علی رؤسھم الطیر سناٹا چھایا ہوا ہوتا، البتہ حکیم محمد اسمٰعیل صاحب جو بعد میں بمبئی میں حکیم اجمیری کے نام سے مشہور ہوئے جب وہ گنگوہ حاضر ہوتے تو وہ کچھ نہ کچھ بات اکثر کہتے رہتے یا حضرت صاحبزادے حکیم مسعود صاحب جن کا گدّی دار موڑھا حضرت قدس سرہ کی چارپائی کے قریب پائنتی کی جانب ہوتا یا میرے والد صاحب قدس سرہ ڈاک سنانے کیلئے تشریف لاتے اور بہت چھوٹے سے بغیر گدّی کے موڑھے کو چارپائی کے قریب لا کر اس پر بیٹھتے اور ڈاک سناتے، ان کے علاوہ بڑے بڑے اکابر معمولی موڑھوں پر ایسے چپ چاپ آہستہ دبے پاؤں موڑھوں پر آ کر بیٹھتے کہ آہٹ نہ ہو، الا یہ کہ خود حضرت قدس سرہ کسی سے مخاطب ہوں تو وہ نہایت عجلت سے نہایت آہستگی سے جس کے اندر آواز نہ ہو موڑھے کو قریب کر کے بیٹھتا اور جواب دیتا، ایک مقولہ حضرت قدس سرہ کا میں نے خود تو نہیں سنا مگر میں نے والد صاحب اور چچا جان ہر دو سے کئی مرتبہ سنا ہے جو آگے آ رہا ہے۔

حضرت قدس سرہ مکان سے کھانا کھا کر جب تشریف لاتے تو خدام مکان

سے خانقاہ تک پیچھے پیچھے آیا کرتے تھے، وہ حضرت قدس سرہ کی سہ دری میں تشریف لانے پر اپنی اپنی جگہوں پر واپس لوٹ جاتے تھے، دستور یہ تھا کہ جب حضرت قدس سرہ دونوں وقت کھانا کھانے مکان پر تشریف لے جاتے تو خدام میں سے دو چار نہایت آہستہ آہستہ پیچھے پیچھے ہو لیتے، حضرت قدس سرہ کا ہاتھ پکڑ کر کوئی نہیں چلتا تھا بلکہ حضرت قدس سرہ کے ہاتھ میں ایک لکڑی ہوتی تھی اس کی مدد سے بغیر سہارے کے تشریف لاتے اور تشریف لے جاتے، خدام جو مکان جانے پر ساتھ جاتے وہ حضرت قدس سرہ کے فارغ ہونے تک باہر دروازہ ہی پر کھڑے رہتے یا بیٹھ جاتے اور حضرت کی واپسی پر ساتھ ساتھ خانقاہ آتے ہوئے جب حضرت قدس سرہ سہ دری تک آتے تو وہ لوٹ جاتے، ایک مرتبہ حضرت قدس سرہ تشریف لائے حضرت نے سہ دری میں قدم رکھا اور خدام لوٹ گئے اور حضرت نے سہ دری میں کھڑے ہو کر فرمایا کوئی ہے، میرے والد نے عرض کیا کہ حضرت یحییٰ اور الیاس ہیں، حضرت نے نہایت جوش میں فرمایا اللہ کا نام چاہے کتنی ہی غفلت سے لیا جائے اثر کئے بغیر نہیں رہتا، حضرت قدس سرہ کا ارشاد بالکل صحیح ہے، اسی وجہ سے جملہ مشائخ سلوک میں اللہ کا ذکر اور ورد جاری ہے کہ یہ اثر کئے بغیر نہیں رہتا۔

ایک دوسرا ارشاد حضرت کا میں نے مکاتیب میں دیکھا اور مشائخ سے سنا بھی، حضرت قدس سرہ ایسے لوگوں کو جو تصوف کی باریکیاں یا کسی چیز کی لِم یا اصطلاحی چیزیں پوچھا کرتے تھے تو حضرت قدس سرہ کا جواب مجھے بہت ہی پسند آیا کہ یہ بندہ صوفیاء کی اصطلاحات سے واقف نہیں، حضرت قدس سرہ کے احوال یہ ناکارہ ''ارشاد الملوک'' کے مقدمہ میں بھی

نہایت مختصر لکھوا چکا ہے اوراو جز کے مقدمہ میں بھی، حضرت قدس سرہ کی صورت مبارک میں جو کشش تھی وہ آج تک بھی دل کو کھینچ رہی ہے (آپ بیتی رص:۳۳۸رج:۴)۔

حضرت گنگوہیؒ کا ایک واقعہ

حضرت فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ نے ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک شخص حضرت گنگوہیؒ کے پاس حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا کہ حضرت کوہ ہمالیہ سے حاضر ہوا ہوں اور اس لئے آیا ہوں کہ میں نے مجاہدات کئے ہیں اور میں نے مجاہدات کے دوران دیکھا کہ آسمان سے ایک نور کا ستون زمین پر اتر رہا ہے وہ کہاں اتر رہا ہے اس کو تلاش کرتا آرہا تھا اچانک معلوم ہوا کہ وہ نور کا ستون آپ کے مکان کی چھت پر اتر رہا ہے جب میں یہاں پہونچا تو مجھے خواہش ہوئی کہ آپ سے ملاقات کروں اس لئے آپ سے ملاقات کیلئے حاضر ہوا ہوں۔

حضرت ہی کا دوسرا واقعہ

حضرت فقیہ الامتؒ نے ہی ارشاد فرمایا کہ جس وقت حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ نے حلت غراب کا فتویٰ دیا تو ہمارے ہی سلسلہ کے ایک بزرگ سائیں توکل شاہ صاحب انبالہ میں تھے ان سے کسی نے دریافت کیا کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ نے حلت غراب (کوّے کے حلال) ہونے کا فتویٰ دیا ہے، آپ کی اس بارے میں کیا رائے ہے؟ حضرت سائیں توکل شاہ صاحبؒ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کے فتوے کے بارے میں مجھ سے معلوم کرتے ہو میں حضرت گنگوہیؒ کو مجلس نبوی میں شعبۂ افتاء پر فائز دیکھتا ہوں، پھر فقیہ الامتؒ نے

خود اس کی وضاحت فرمائی کہ ایک مرتبہ حضرت گنگوہیؒ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں مجھ کو منبر پر کھڑا کر کے سو مسائل معلوم کئے میں نے ان سب کا جواب دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کی تصویب فرمائی۔

حضرت فقیہ الامتؒ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت گنگوہیؒ کی ظاہری بینائی نہیں تھی حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب جنہوں نے بارہ سال حضرت کی صحبت میں گذارے اور حضرت کے خطوط کے جوابات لکھنا بھی حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلویؒ ہی کے ذمہ تھے، ایک مسئلہ کے جواب کیلئے حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت فلاں مسئلہ کا حوالہ لکھنا ہے وہ حوالہ مل نہیں رہا ہے، حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا کہ شامی کی فلاں جلد میں ہے، حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ نے عرض کیا کہ حضرت کئی دفعہ دیکھ چکا ہوں فرمایا کہ میرے پاس لیکر آؤ، کتاب لائی گئی حضرت کی ظاہری بینائی نہیں تھی حضرت نے کتاب کھولی اور فرمایا یہاں دیکھو، چنانچہ وہ مسئلہ وہیں پر ملا، پھر فرمایا رشید احمد سے وعدہ کیا گیا ہے کہ تیری زبان سے کوئی غلط بات نہیں نکلے گی اور پھر جوش میں آکر فرمایا کہ رشید احمد کچھ نہیں ہے لیکن اس دور میں جو رشید احمد کہہ دے گا وہی حق ہے۔

ایک مرتبہ حضرت تھانویؒ پر قبض طاری ہوا کہ نہ تقریر کرتے ہیں نہ تصنیف وتالیف کرتے ہیں سب فیض بند ہوگیا، حضرت تھانویؒ نے فرمایا مجھے گنگوہ لیکر چلو اس وقت سواری وغیرہ کا انتظام نہیں تھا ڈولی میں بٹھا کر گنگوہ لایا گیا گنگوہ جب خانقاہ میں پہونچے تو حضرت گنگوہیؒ اسی وقت گھر سے خانقاہ میں تشریف لائے اور صدر دروازے سے حضرت تھانویؒ خانقاہ میں داخل ہوئے ابھی بات چیت کچھ نہیں ہوئی صرف حضرت

گنگوہیؒ کی نظر حضرت تھانویؒ پر پڑی تو حضرت تھانویؒ نے فرمایا ڈولی ایک طرف کرو میں خود چلوں گا، حضرت گنگوہیؒ نے ارشاد فرمایا کہ جس کام سے آپ آئے تھے وہ الحمد للہ ہو گیا، ٹھہرنا چاہو ٹھہرو، جانا چاہو تو جاسکتے ہو، اسی وقت سلام و مصافحہ کیا اور واپس تھانہ بھون تشریف لے گئے اور جس طرح پہلے سے کام کرتے تھے تمام کام اسی طرح کرنے شروع کر دیئے یعنی وہ قبض ختم ہو گیا۔

حضرت گنگوہیؒ کے پاس تبرکات

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کے پاس مقام ابراہیم کا ٹکڑا تھا جس کی زیارت سے حرم محترم میں بھی ہزارہا مخلوق محروم رہتی ہے اور اگر زیارت ہوتی ہے تو عموماً رشوت دیکر جو معصیت ہے اس کا ٹکڑا آپ کے پاس تھا جس کو خدام کی خواہش پر صلوۃ عید کے بعد آپ صندوقچی سے نکالتے اور پانی میں ڈال کر نکال لیتے تے اور پانی کو مجمع پر تقسیم کرادیا کرتے تھے، اس انمول تبرک کی آپ کو اس درجہ محبت وقدر تھی کہ کبھی معتبر سے معتبر خادم کے بھی حوالہ نہیں فرمایا، جس وقت آپ اس کی زیارت کراتے تو مسرت سے باغ باغ ہو جاتے تھے، بمقتضائے واما بنعمة ربک فحدث آپ نے بارہا یہ الفاظ فرمائے کہ مجھے حق تعالیٰ نے وہ شئے عطا فرمائی ہے جو دوسرے کے پاس نہیں ہے، آپ کے پاس بیت اللہ زادہا اللہ شرفاً و تعظیماً کی مقدس چوکھٹ کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا بھی تھا اس کی محبت وقدردانی بھی اسی درجہ کی تھی بلکہ شاید اس سے بھی کچھ زیادہ (تذکرۃ الرشید ص:۱۶۷/ ج:۲)۔

یہ مقام ابراہیم کا ٹکڑا آپ کے پاس کیسے آیا

ایک مرتبہ حضرت مولاناؒ اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ کے پاس قیام

فرماتے پنڈت دیانند سرسوتی جس کو مولاناؒ ہندوستان میں مناظرہ میں ہرا چکے تھے اس نے سعودیہ میں جا کر اعلان کیا کہ مجھ کو اسلام پر اعتراض ہے حکومت اس کا جواب دے، سعودی حکومت نے حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے کہا کہ آپ کے پاس کوئی ایسا آدمی ہو تو اس کو بھیجو تا کہ وہ اس پنڈت کا جواب دے، اس وقت حضرت حاجی صاحبؒ نے مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانویؒ کو بھیجا جب اس کے سامنے حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانویؒ تشریف لائے تو وہ پنڈت اسٹیج سے پیشاب کے بہانے سے گیا اور واپس نہیں آیا اس کے بعد حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کی وہاں بہت شہرت ہوگئی، اس کے بعد مقام ابراہیم کا کچھ ٹکڑا اور بیت اللہ شریف کی چوکھٹ کا ٹکڑا مولانا سے خوش ہو کر سعودی حکومت نے حضرت مولانا رحمت اللہ کو دیا، معتبر ذرائع سے معلوم ہوا کہ حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ نے حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ سے کسی بات پر خوش ہو کر فرمایا مانگئے آپ کیا مانگتے ہیں، حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا کہ آپ کے پاس مقام ابراہیم کا جو ٹکڑا ہے اور بیت اللہ شریف کی چوکھٹ کا جو ٹکڑا ہے اس میں سے کچھ حصہ مجھ کو دیدیں، تب حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب نے یہ دونوں چیزیں حضرت گنگوہیؒ کو دیں۔

حضرت حکیم ننو میاں صاحبؒ نے فرمایا کہ حضرت گنگوہیؒ مقام ابراہیم کے اس ٹکڑے کو اپنے ہاتھ میں پکڑ کر عید کے روز پانی میں ڈبوتے اس کے بعد مقام ابراہیم کے ٹکڑے کو تو رکھ لیتے اور پانی اپنے پاس آنے والے حضرات کو پلایا کرتے تھے، نیز فرمایا کہ مقام ابراہیم کا کچھ حصہ حضرت گنگوہیؒ کی وفات کے بعد حضرت کی وصیت کے مطابق حضرت کے حلق میں اتارا گیا اور اس کے بعد والد محترم مولانا حکیم مسعود احمد

صاحب نے وصیت فرمائی تو کچھ حصہ ان کی وفات کے بعد ان کے حلق میں اتارا گیا، اب میری وصیت ہے کہ میری وفات کے بعد کچھ حصہ میرے حلق میں اتارا جائے، چنانچہ حضرت حکیم عبد الرشید محمود عرف حکیم ننومیاں صاحب متوفی ۱۹۹۵ء کی وفات کے بعد جب غسل دینے کے بعد کفنانے کا وقت ہوا تو احقر راقم الحروف (محمد سلمان) نے عرض کیا کہ حضرت کی کوئی وصیت کسی کو معلوم ہے کوئی نہیں بولا تو راقم الحروف نے عرض کیا کہ حضرت کی وصیت تھی کہ مقام ابراہیم کا کچھ حصہ میرے حلق میں اتار دیا جائے، چنانچہ اندر سے ایک چھوٹی صندوقچی آئی جس میں متعدد تبرکات کے ساتھ مقام ابراہیم کا وہ ٹکڑا بھی تھا، نیز آپا جی صاحبہ نے ارشاد فرمایا کہ اس کو کاٹ کر حلق میں نہ اتارا جائے بلکہ جیب کے نیچے رکھ دیا جائے، چنانچہ احقر نے کچھ حصہ کاٹکڑا جیب کے نیچے رکھا انتہیٰ۔

اعلیٰ حضرت حاجی صاحب کا عطا فرمایا ہوا جُبّہ بھی آپ کے پاس تھا یہ بھی انہیں تبرکات کے صندوقچہ میں رہتا تھا، جس وقت آپ اس کو نکالتے تو اول خود دست مبارک میں لیکر اپنی آنکھوں سے لگاتے اور پھر یکے بعد دیگرے دوسروں کو سر پر رکھنے کا موقع عطا فرماتے تھے، اس وقت آپ پر ایک خاص کیفیت ظاہر ہوتی اور یوں فرمایا کرتے تھے کہ اس کو کئی سال حضرت نے پہنا اور پھر مجھ کو خصوصیت کے ساتھ عطا فرمایا تھا، جو شخص لیکر آیا تھا اس سے یوں کہلا بھیجا تھا کہ اس کو پہننا سو کبھی کبھی تعمیل ارشاد کو پہنا کرتا ہوں تبرک ہے رکھ چھوڑا ہے (تذکرۃ الرشید ص:۱۶۸ / ج:۲)۔

ایک صاحب کا حضرت کے پاس آنا

حضرت فقیہ الامتؒ نے ارشاد فرمایا کہ ایک صاحب نے حضرت مولانا رشید

احمد صاحب گنگوہیؒ کے پاس لکھا کہ مجھے اللہ تعالیٰ سے ملا دیجئے میں آپ کے پاس قیام کرنا چاہتا ہوں اس مقصد کیلئے مجھے کتنا وقت فارغ کرنا پڑے گا، حضرت گنگوہیؒ نے ارشاد فرمایا کہ تین ماہ کم ازکم آپ فارغ کر کے آئیں اس نے عرض کیا کہ حضرت میں سرکاری ملازم ہوں اتنا وقت فارغ کرنا میرے لئے مشکل ہے، حضرت نے فرمایا ڈیڑھ ماہ آخر میں ایک ماہ طے ہوا، حضرت نے لکھا کہ ایک ماہ فارغ کر کے آؤ اور کھانے کا انتظام کرنے کی ضرورت نہیں جو میں کھاؤں گا وہ آپ کھائیں گے جو وقت حضرت نے بتلایا تھا یہ صاحب اس کے ایک دن کے بعد پہونچے حضرت بہت ناراض ہوئے کہ اتنا اہم مقصد اور ایک ماہ اس کیلئے فارغ کیا اور اس میں سے بھی ایک دن کم کر دیا اس کے بعد وہ صاحب حضرت کے پاس ٹھہرے اور اپنے مقصد میں کامیاب ہو کر واپس ہوئے۔

خواب گاہِ قطب الارشاد

خاتم المحدثین شیخ الاسلام والمسلمین سند الاصفیاء الکاملین حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ کے حضور میں نذرانۂ نفیس جیسا کہ قارئین کرام کو علم ہے کہ ادارہ کے کرم فرما اور معاون خصوصی محترم ومکرم حضرت سید انور حسین نفیس رقم لازالت معالیہم شعبان کے آخر میں رائپور (انڈیا) تشریف لے گئے تھے، رمضان، شوال اور ذی قعدہ تینوں مہینے آپ انڈیا میں قیام فرمارہے اس دوران میں آپ نے اکابر علماء وصلحاء سے شرف ملاقات حاصل کیا، بڑے بڑے اسلامی مدارس دیکھے اور متعدد زیارت گاہوں میں حاضری دی قطب الاقطاب امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ کے مزار اقدس پر بھی دومرتبہ حاضری کی سعادت حاصل کی مزار پرانوار کی زیارت

کے وقت آپ کا دل جن جذبات ومحبت وشوق اور جس کیف وسرور سے معمور تھا اس کی معمولی سی جھلک ذیل کے اشعار میں دیکھی جاسکتی ہے (ادارہ)۔

ہے یہ کس کی خوابگہِ حسیں یہ نفیس کس کا مزار ہے
کہ نفَس نفَس کو جو ہے سکوں تو نظر نظر کو قرار ہے

یہاں اک نگار ہے خیمہ زن، یہ حریمِ حُسنِ نگار ہے
یہاں محوِ جلوۂ سرمدی وہ ہزار رشک بہار ہے

یہ فرودگاہِ رشید ہے یہ مقام فرد فرید ہے
یہ مکان خُلد نشان ہے، یہ مکین عرشِ وقار ہے

جو ابو حنیفہؒ وقت تھا جو کبھی بخاری عصر تھا
جو جُنید وشبلیؒ دہر تھا یہ اسی کا خاک مزار ہے

یہ مزار بقعۂ نور ہے یہ جہانِ عشق کا طور ہے
یہاں آفتابِ جمال ہے یہ تجلیوں کا دیار ہے

یہاں قدسیوں کا نزول ہے یہ دلیل حسنِ قبول ہے
یہاں سورہا ہے وہ نازنین جو نبی کا عشق زار ہے

جو کلام دوست کا نور ہے، تو حدیثِ یار کا فیض ہے
اِسی فیض سے اسی نور سے یہ مزار قمقمہ زار ہے

یہ جُنوں کا محمل شوق ہے، یہ نظر کی منزل شوق ہے
مرا عشق حاصلِ شوق ہے، مرا عشق اِس پہ نثار ہے

وہ کہ تھا مُجاہد شاملی صفیں جس نے اُلٹیں فرنگ کی
اُسی صف شکن کی یہ گھات ہے اسی شیر کی یہ کچھار ہے

کوئی دیدہ ور ہو تو دیکھ لے بڑے معرکے کا یہ مرد ہے
یہ جو کہکشاں کی سی گرد ہے، اسی گرد ہی میں سوار ہے

کبھی جام پینے پہ آگئے، تو سمندروں کو چڑھا گئے
یہ جو آج تک نہیں ہوش ہے، مئے عشق ہی کا خمار ہے

یہ عنایتیں یہ نوازشیں، ابھی آپ مجھ سے نہ پوچھئے
مری آنکھ محوِ جمال ہے مرے سامنے رخِ یار ہے

میں نگاہِ شوق کا کیا کروں دلِ ناصبور سے کیا کہوں
ابھی حشر میں بڑی دیر ہے ابھی دور روز شمار ہے

کوئی نکتہ چیں ہو، ہوا کرے، مگر اے نگاہِ کمال میں
ذرا کر کے دیکھ مشاہدہ یہاں نور ہے وہاں نار ہے

کسی خشک طبع سے کیا غرض، کسی تنگ ظرف سے کام کیا
میری اہل دل سے ہے دوستی مجھے اہل درد سے پیار ہے

یہی میرا ناز و نیاز ہے کہ اسیرِ زلفِ رشید ہوں
اسی سلسلے کا مُرید ہوں مِرا اس پہ دار و مدار ہے

میں فدائے عشق رسول ہوں، میں نبی کے پاؤں کی دُھول ہوں
مِرا دل خدا کے حضور میں بہ نیاز سجدہ گزار ہے

(مکاتیب رشیدیہ مرتب حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی المکتبۃ المدینہ ۱۷/اردو بازار لاہور/ص:۱۲۱)

۲۹/ذی قعدہ ۱۳۹۰ھ ۲۷/جنوری ۱۹۷۱ء

(بشکریہ ماہنامہ انوار مدینہ لاہور)

نسب سلسلہ و شجرات

نفس نتواں کشت الاظل پیر　　　　دامن آن نفس کش راسخت گیر

مخدوم العالم امام ربانی مرشدنا ومولانا الحافظ الحاج المولوی رشید احمد محدث گنگوہی قدس سرہ العزیز کو نسبت بیعت وارتباط صحبت وخرقہ واجازت حاصل ہے اعلیٰ حضرت مولانا حاجی امداد اللہ شاہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے اور اعلیٰ حضرت حاجی صاحب کی نسبت وصحبت کا اتصال سرور عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک متعدد طرق سے ضیاء القلوب میں مذکور ہے، ناظرین سوانح اور متوسلین آستانہ گنگوہیہ کی آگاہی کیلئے مختصراً عرض کرنا ضروری ہوا۔

خاندانِ چشتیہ صابریہ قدوسیہ

امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد انصاری ایوبی نعمانی محدث گنگوہی قدس سرہ از اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ شاہ فاروقی مہاجر مکی از میاں جی نور محمد علوی جھنجھانوی از حاجی سید عبد الرحیم فاطمی شہید ولایتی از شاہ عبد الباری صدیقی امروہی از شاہ عبد الہادی صدیقی امروہی از سید عضد الدین از شاہ محمد مکی جعفری از شاہ سید محمدیؒ از شیخ محب اللہ صدیقی الہ آبادی از شاہ ابو سعید نعمانی نوشیروانی گنگوہی از شاہ نظام الدین بلخی فاروقیؒ از شاہ جلال الدین تھانیسری فاروقی از قطب العالم عبد القدوس گنگوہی نعمانی از شیخ محمد فاروقی ردولویؒ از شیخ شمس الدین ترک علویؒ پانی پتی از امام الملۃ مخدوم علاؤ الدین علی احمد صابر حسین از شیخ فرید الدین شکر گنج فاروقیؒ از شیخ قطب الدین بختیار کاکی اوشی حسینی

ازامام الطریقہ خواجہ معین الدین حسن سنجریؒ از شاہ ابوالنور عثمان ہارونی از منیر الدین حاجی شریف زندنیؒ از قطب الدین مودود چشتی حسینی از سید ناصر الدین ابو یوسف چشتی حسینی از سید ابو محمد محترم چشتی حسینیؒ از سید ابو احمد ابدال حسنی از خواجہ شرف الدین ابو اسحٰق شامی از خواجہ کریم الدین ممشاد علی دینوری از خواجہ امین الدین ابو ہبیرہ بصری از خواجہ سدید الدین حذیفہ مرعشی از سلطان العارفین ابو اسحاق ابراہیم ابن ادہم فاروقی از خواجہ ابوالفیض فضیل بن عیاض از خواجہ ابوالفضل عبدالواحد بن زید از سیدنا امام حسن بصری از مولانا ابوالحسن ابوتراب عم زادہ وداماد رسالتمآب علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ از نبی الحرمین وسیلتنا فی الدارین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

خاندان چشتیہ نظامیہ قدوسیہ

حضرت امام ربانی قدس سرہ کا سلسلۂ نسبت واجازت تا قطب العالم شیخ عبدالقدوس گنگوہی قدس سرہ مثل سابق ہے اور آگے سلسلہ اس طرح ہے شیخ عبدالقدوس گنگوہی را اجازت طریقہ نظامیہ از مرشد خود شیخ درویش بن محمد قاسم اودھی از سید بڈھن بہڑائچی از سید احمد بہڑائچی از سید جلال الدین بخاری از مخدوم جہانیاں جہاں گشت از خواجہ نصیر الدین روشن چراغ دہلی از سلطان المشائخ امام الملہ شیخ نظام الدین اولیاء بن محمد احمد بدایونی از خواجہ فرید الدین شکر گنج تا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم۔

نیز قطب العالم عبدالقدوس گنگوہی کو اس سلسلہ کی اجازت اپنے مرشد شیخ درویش بن محمد قاسم اودھی سے اس طرح بھی حاصل ہے کہ شیخ درویش از مرشد خود شیخ

سعد اللہ از شیخ افلح اللہ از شیخ صدر الدین طبیب دلہا از سلطان المشائخ شیخ نظام الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین اس سلسلہ کا نام چشتیہ نظامیہ افلحیہ ہے۔

نیز قطب العالم کو اپنے مرشد شیخ درویش سے اس سلسلہ کی اجازت بایں طور حاصل ہے کہ شیخ درویش از مرشد خود میاں بن حکم اودھی از سید صدر الدین اودھی از سید محمد گیسو دراز از خواجہ نصیر الدین از سلطان المشائخ شاہ نظام الدین اولیاء تا آخر سلسلہ کا نام چشتیہ نظامیہ گیسو درازیہ قاسمیہ ہے۔

خاندان علیہ قادریہ قدوسیہ

کی نسبت بیعت وارتباط صحبت وحصول خرقہ واجازت امام ربانی مولانا گنگوہی قدس سرہ کو اعلیٰ حضرت حاجی صاحبؒ کے ساتھ بوسائط مذکورہ قطب العالم گنگوہی سے اس طرح حاصل ہے کہ قطب العالم عبدالقدوس گنگوہی از درویش محمد بن قاسم اودھی از سید بڈھن بہڑائچی از سید اجمل بہڑائچی از مخدوم جہانیاں جہاں گشت از سید جلال الدین بخاری از شیخ ابوالمکارم فاضل از شیخ قطب الدین ابوالغیث از شیخ شمس الدین علی افلح از شیخ شمس الدین حداد از امام الاولیاء سید الطائفہ شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی از شیخ ابوسعید مخزومی از شیخ ابوالحسن قرشی علی الہکاری از شیخ ابوالفرح طوسی از شیخ عبدالواحد تمیمی از شیخ ابوبکر شبلی از شیخ جنید بغدادی از شیخ سری سقطی از شیخ معروف کرخی از شیخ داؤد طائی از شیخ حبیب عجمی از امام حسن بصری از امیر المؤمنین علی بن ابی طالب از سرور عالم محمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت شیخ محمد صادق بن شیخ فتح اللہ گنگوہی الحنفیؒ

شیخ محمد صادق گنگوہی متوفی ۱۸؍محرم الحرام ۱۰۵۸ھ اور شیخ محمد ابراہیم ساکن سید پورہ متصل گنگوہ شیخ ابراہیم سہارنپوری شیخ خواجہ پانی پتی شیخ محب اللہ الہ آبادی آپ کے (شیخ ابوسعید) کے جلیل القدر خلفاء میں ہیں (خزینہ ؍ص: ۴۷۲؍ج:۱) شیخ محمد صادق خلف شیخ فتح اللہ حضرت شیخ ابوسعید قدس اللہ سرہ کے برادرزادہ ہیں، آپ کا مزار پرانوار گنگوہ میں ہے آپ کے فرزندار جمند شیخ داؤد فرزند دوم شیخ محمد نیز شیخ ابراہیم مراد آبادی شیخ عبدالسبحان سہارنپوری شیخ عبدالجلیل الہ آبادی شیخ جمال کا چھولی شیخ مبارک اور شیخ یوسف کابلی شیخ محمد صادق کے خلفاء صاحب احترام ہیں (خزینہ ؍ص: ۴۷۶؍ ج:۱۔علماء ہند کا شاندار ماضی ؍ص: ۳۶۸؍ج:۲)

آپ قطب الاقطاب حضرت شیخ ابوسعید گنگوہی حنفی قدس سرہ کے برادرزادہ اور خلیفہ وجانشین تھے، آپ ذوق درد میں بے نظیر تھے تربیت مریدین میں آپ بلند ہمت تھے آپ کی نسبت نہایت قوی تھی آپ نفس قانع کے مالک تھے، آپ بیحد خوبصورت اور خوب سیرت تھے یہاں تک کہ تمام اولیاء علماء اور مشائخ وقت آپ کے کمال باجمال پر فریفتہ تھے اور حسن خلق کے شیفتہ تھے اور کسی شخص کو آپ کے کمال باجمال پر اعتراض کرنے کی مجال نہ تھی، آپ کے کشف وکرامات کی نہ کوئی حد تھی نہ آپ کے سیرِ مقامات کی کوئی انتہا، حضرت شیخ محمد صادق قدس سرہ کے حضرت شیخ ابوسعید قدس سرہ

سے بیعت ہونے کا واقعہ جو مشائخ عظام سے تواتر کے ساتھ پہنچا ہے یوں ہے کہ جب حضرت شیخ ابوسعید اپنے مرشد حضرت شیخ نظام الدین بلخی قدس سرہ سے خلافت ونعمت حاصل کر کے شہر بلخ سے قصبہ گنگوہ پہونچے اور مسند ارشاد پر متمکن ہوئے تو طالبانِ صادق آپ کی طرف آنے لگے لیکن آپ اپنے آپ کو چھپاتے بہت تھے اور اپنے جمال ولایت کو نظر اغیار سے پوشیدہ رکھتے تھے اُن ایام میں حضرت شیخ محمد صادق نوجوان اور بڑے حسین وجمیل تھے اور آپ کو ورزش اور شکار کا بہت شوق تھا لیکن آپ کے دل میں ہمیشہ حق تعالیٰ کے لئے تڑپ موجود تھی، ایک دفعہ آپ عید کے دن لباس فاخرہ زیب تن کر کے اپنے چچا جان حضرت شیخ ابوسعید قدس سرہ کی خدمت میں سلام کیلئے حاضر ہوئے جب حضرت اقدس کی نظر ان کے حسن وجمال پر پڑی تو آپ نے اپنے خاص اصحاب سے فرمایا کہ مجھے اپنی ولایت کا نور اس بچے کی پیشانی میں نظر آ رہا ہے، چنانچہ آپ نے اسی وقت ان کا دل اپنی باطنی توجہ کے دام میں پکڑ لیا جس کی وجہ سے ان کے دل میں بیعت کا شوق پیدا ہوا اور مرید ہو گئے۔

حضرت اقدس نے آپ کو ذکر وشغل نفی واثبات واسم ذات تلقین فرمایا اور آپ رات دن اسی کام میں منہمک ہو گئے، جب آپ کے والدین کو اس بات کا علم ہوا تو کہنے لگے کہ شیخ ابوسعید نے ہمارے بیٹے کو خراب کر دیا ہے ہم جا کر ان سے کہیں گے کہ وہ ہمارے بیٹے کو اپنے پاس نہ آنے دیں، اور اپنی طرح بے کار نہ بنائیں، جب حضرت شیخ ابوسعید کو اس بات کا علم ہوا تو آپ نے شیخ محمد صادق سے فرمایا کہ تمہارے والدین کیا کہتے ہیں تمہارا کیا ارادہ ہے آپ نے جواب دیا کہ بندہ کیلئے اختیار اور ارادہ کیا معنی

رکھتا ہے میرا ارادہ وہی ہے جو حضرت اقدس کا ہے اور مجھے حضرت اقدس کی ذاتِ بابرکات کے سوا دنیا اور آخرت کی کسی چیز کی ضرورت نہیں۔

سبحان اللہ! حضرت شیخ کی ذات میں کس قدر فنا آپ کو حاصل تھا اس کا تصور ہی نہیں ہوسکتا، آپ کی اپنے شیخ کی ذات میں فنا بعینہٖ حضرت خواجہ گنج شکر قدس سرہ کی فنا کی طرح تھی جو آپ کو اپنے شیخ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہ کی ذات میں تھی او جو فنا حضرت نظام الدین اولیاء قدس سرہ کو اپنے شیخ حضرت خواجہ گنج شکر قدس سرہ کی ذات میں تھی، بلکہ اب بھی مریدین صادق کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جمال اپنے شیخ کی صورت میں نظر آتا ہے وہ لوگ جن کو شیخ کامل سے نسبت نہیں ہے یا نسبت پیدا کرنے کے بعد ثابت قدم نہیں رہے وہ دونوں جہانوں میں محروم ہیں، اللہ تعالیٰ نے کلام پاک میں فرمادیا ہے: من کان فی ہذہ اعمیٰ فہو فی الآخرۃ اعمیٰ (پ ۱۶) ترجمہ: جو شخص اس دنیا میں مشاہدۂ حق سے محروم ہے وہ آخرت میں بھی محروم ہوگا۔

غرضیکہ حضرت شیخ ابوسعید قدس سرہ کو یقین ہوگیا کہ حضرت شیخ محمد صادق اپنے اعتقاد میں پکے اور طلب مولیٰ میں ماں باپ کی محبت سے زیادہ مستحکم ہیں تو آپ نے بلاکر فرمایا کہ بابا محمد صادق اپنے والدین سے آزادی طلب کرو تاکہ وہ تجھے اپنا حق بخش دیں اور راہِ حق پر چلنے کیلئے آزاد کردیں، چنانچہ آپ نے اپنے والدین کے پاس جاکر معروضہ پیش کیا ان کے حقوق سے فارغ البال ہوکر مجاہدہ و ریاضت میں پوری طرح منہمک ہوگئے، بعض کہتے ہیں کہ جب آپ کے والدین نے آپ کو حضرت شیخ ابو سعید کی محبت اور ذکر واذکار سے منع کرنے کی کوشش کی تو آپ نے جذبۂ عشق میں گھر

بار چھوڑ دیا اور سفر پر روانہ ہو گئے تا کہ آزادی سے کام کریں۔

ثقہ راویوں کا بیان ہے کہ جب حضرت شیخ محمد صادق اپنے شیخ حضرت شیخ ابوسعید گنگوہی قدس سرہ کے حکم سے مسند خلافت پر متمکن ہوئے تو آپ کی ولایت کا شہرہ اس قدر بلند ہوا کہ ہر طرف سے خلق خدا کا ہجوم ہونے لگا ایک جہاں آپ کے فیض سے بہرہ ور ہوا اور بہت سے سالکین مرتبۂ تکمیل وارشاد کو پہنچے بیشتر لوگ حضور ﷺ کے اشارے سے حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شرف بیعت حاصل کر کے مرتبۂ تکمیل رشد وہدایات تک پہنچے (اقتباس الانوار ص: ۶۷۷)۔

حضرت شیخ ابراہیم مرادآبادیؒ

انہیں میں سے ایک حضرت شیخ ابراہیم مرادآبادی ہیں، یہ بیعت ہونے کے بارے میں سرگرداں تھے کہ کس سے بیعت ہوں، ایک رات نینداور بیداری کی کیفیت میں جمال جہاں آرائے سرور کونین ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی، اکابر صحابہ حضرت شیخ محمد صادق بھی ساتھ تھے، حضور ﷺ نے حضرت شیخ محمد صادق صاحب کی طرف اشارہ کر کے شیخ ابراہیم سے فرمایا کہ تمہارے شیخ یہ ہیں گنگوہ جا کر ان سے ملو انہوں نے عرض کیا کہ حضور مجھے ان کا نام معلوم نہیں تا کہ لوگوں سے پوچھ کر ان کے پاس جاؤں، حضور ﷺ نے فرمایا کہ وہ میری امت کے اکابر اولیاء میں سے ہیں اور ان کا نام نظر محمد ہے ان کے پاس جاؤ مطلوب حقیقی تک رسائی ہو جائے گی، جب حضرت شیخ ابراہیم مراد آبادیؒ روانہ ہو کر قصبہ گنگوہ شریف پہنچے اب جس شخص سے حضرت شیخ نظر محمد کا نام دریافت کرتے تھے وہ کہتا تھا کہ اس نام کے کوئی بزرگ یہاں نہیں ہیں ہاں یہاں ایک

کامل بزرگ رہتے ہیں جن کا اسم گرامی حضرت شیخ محمد صادق ہے جو خلق خدا کو ہدایت دے رہے ہیں، یہ سن کر وہ حیرت زدہ ہوئے کہ حضور ﷺ نے تو اس بزرگ کا نام نظر محمد بتایا ہے جن کا یہاں نام ونشان نہیں ہے اور جو بزرگ یہاں مشہور ہیں ان کا نام محمد صادق ہے، لیکن چونکہ حضور ﷺ کا فرمان صحیح ہے اس لئے ممکن ہے کہ نظر محمد کے نام کے کوئی بزرگ یہاں گمنامی میں زندگی بسر کر رہے ہوں، لیکن مجھے پہلے جا کر اس بزرگ کو ملنا چاہئے جو یہاں مشہور عام ہیں، چنانچہ وہ حضرت شیخ محمد صادق کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دیکھتے ہی پہچان لیا کہ یہ وہی بزرگ ہیں جن کو عالم معاملہ میں حضور ﷺ کے ہمراہ دیکھا تھا، اب وہ حضرت شیخ پر دل وجان سے فریفتہ ہو گئے لیکن دل میں یہ خلش باقی تھی کہ آخر نام میں کیوں فرق ہے اور اسی خلش کی وجہ سے بیعت سے بھی گریز کر رہے تھے، حضرت شیخ محمد صادق کو ان کے دل کا خطرہ معلوم ہو گیا اور خانقاہ سے اٹھ کر گھر کی طرف روانہ ہوئے آپ کے اصحاب کا دستور یہ تھا کہ جب آپ گھر تشریف لے جاتے تھے تو وہ دروازے تک ساتھ جاتے تھے جب اس مرتبہ آپ گھر کی طرف گئے اور تمام اصحاب کے ساتھ شیخ ابراہیم بھی دروازے تک گئے تو حضرت اقدس نے تمام اصحاب کو رخصت کر کے شیخ ابراہیم سے فرمایا کہ اگرچہ لوگوں میں میرا نام محمد صادق ہے جو میرے والدین کا رکھا ہوا ہے لیکن حضرت رسالت پناہ ﷺ غایت لطف وتوجہ سے میرا نام نظر محمد رکھا ہوا ہے اور مجھے اسی نام سے یاد فرماتے ہیں اس محبوب خاص وعام سے یہ الفاظ سنتے ہی شیخ ابراہیم بے اختیار ہو کر بیعت ہو گئے حضرت اقدس نے ان کو ذکر نفی واثبات اور ذکر اسم ذات بطریق جہر تلقین فرمایا شیخ ابراہیم نے کام شروع کر دیا

اور دو ہزار پانچ سو تک پہنچایا تھا کہ عنایت حق تعالی کا نزول ہوا اور ان کو فتح باب نصیب ہوا (یعنی دروازہ کھل گیا) اور مقصود حقیقی تک رسائی ہوگئی مخفی نہ رہے کہ حضرت قطب الاقطاب غوث وقت شیخ محمد صادق گنگوہی قدس سرہ کے اصحاب رات کے آخری پہر اٹھ کر چار رکعت تہجد ادا کرتے تھے اور اس کے بعد ذکر میں مشغول ہو جاتے تھے بعض مراقبہ کرتے تھے بعض حبسِ دم کرتے تھے بعض پاس انفاس میں رات گذار دیتے تھے بعض اصحاب نے تو یہاں تک کام پہونچادیا تھا کہ ساری رات ایک ہی سانس میں گذار دیتے تھے آپ کے اصحاب میں ایک درویش تھا جس کا نام شیخ مبارک تھا جو صبح سے ظہر تک ایک سانس میں گذار دیتا تھا جب مؤذن ظہر کی اذان دیتا تھا تو چونک پڑتا تھا اور کہتا تھا کہ ظہر کا وقت بھی ہوگیا ہے میں نے تو ابھی ذکر شروع کیا تھا شیخ مبارک کا مختصر حال اسی کتاب (اقتباس الانوار) میں بیان کیا جائے گا۔

دستور ذکر جہر

غرض یہ کہ حضرت اقدس کے ہاں جو دستور تھا کسی جگہ سننے میں نہیں آیا آپ کے اصحاب آخر شب سے لیکر نماز فجر تک حلقۂ ذکر جہری میں مشغول رہتے تھے فجر کی نماز کے بعد سات ہزار بار ذکر جہری مقرر تھا اسی طرح نماز ظہر سے عصر تک اور عصر سے مغرب تک اور مغرب سے عشاء تک آپ کے اصحاب حلقۂ ذکر قائم کرتے تھے عشاء کے بعد بعض شوق مند حضرات ساری رات ذکر میں مشغول رہتے تھے، ذکر جہری کا اس قدر رواج تھا کہ مسافر لوگ رات کو سو نہیں سکتے تھے اکثر لوگوں نے ذکر جہری تیس ہزار تک پہنچا دیا تھا بعض بیس ہزار تک کرتے تھے اور یہ سب سے کم تھا شیخ یوسف جو آپ

کے اصحاب میں سے تھے رات دن میں چالیس ہزار بار ذکر جہری کرتے تھے، شیخ یوسف کا ذکر بھی (اسی کتاب یعنی اقتباس الانوار میں) آگے آرہا ہے، چالیس ہزار ذکر کرنے کا طریقہ یہ تھا کہ پہلے نفی واثبات یعنی لا الٰہ الا اللہ چار سو مرتبہ پھر صرف اثبات یعنی الا اللہ چھ سو مرتبہ اور باقی اسم ذات یعنی اللہ اللہ کرتے تھے۔

ذکر نفی واثبات کا طریقہ

اس کا طریقہ یہ ہے کہ دو سو مرتبہ نفی واثبات کرے چار سو مرتبہ صرف اثبات اور چھ سو مرتبہ اسم ذات، حضرت میر سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ کا چودھویں مکتوب میں لکھتے ہیں کہ مشائخ عظام کا طریقہ یہی ہے کہ اہل سنت و جماعت کے عقائد کے مطابق پہلے تصحیح عقائد ہوتی ہے اور پھر ارکان پنجگانہ کے بعد ابتدائے سلوک سے انتہا تک ذکر جہری کا دور دورہ رہتا ہے، اس راستے میں پہلے ذکر نفی واثبات ہے اور ذکر نفی واثبات سے مراد عدم اور وجود ظلم ونور، فنا وبقا سیاہی وسفیدی اور رات ودن ہے اور ذکر نفی واثبات لا الٰہ الا اللہ ہے جس میں غیر یا غیریت کی نفی ہے اور ذات حق کا اثبات ہے اور یہی حقیقت ذکر اثبات الا اللہ ہے اور ذکر اسم ذات اسم اللہ اللہ ہے، چنانچہ طالب انشراح قلب کیلئے کسی وقت صحراء میں جہاں شور وغل نہ ہو اور کسی کا گذر بھی نہ ہو نہ آواز سنائی دے مربعہ یعنی چار زانو بیٹھ کر بآواز بلند ذکر نفی واثبات کرے یا اپنے حجرہ میں بیٹھ کر کرے اگرچہ مربعہ بیٹھنے کو بعض لوگوں نے بدعت کہا ہے لیکن فوائد باطنی کیلئے اس میں کوئی حرج نہیں، نیز یہ بدعت ہونا ثابت نہیں کیونکہ حضور ﷺ بھی مربعہ (بیت اللہ سے ٹیک لگا کر) بیٹھتے تھے لیکن ذکر جہری میں مرشد کا واسطہ یاد رکھے اور الفاظ کے معنیٰ پر بھی

غور کرتا رہے اور لا الہ الا اللہ کے معنیٰ ابتدائے سلوک لامعبود الا اللہ ہیں، وسط سلوک میں لامقصود الا اللہ اور انتہائے سلوک میں لاموجود الا اللہ زیر غور رکھے، ہمارے سلسلہ کے مشائخ پہلے اس طرح ذکر تلقین فرماتے ہیں کہ پہلے کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے ساتھ تین مرتبہ تکرار کرے اس کے بعد سر کو ناف کی طرف جھکا کر لا الٰہ کہے اور سر کو دائیں کندھے کی طرف لے جا کر یہ خیال کرے کہ غیر اللہ کو میں نے پس پشت ڈال دیا ہے اس کے بعد سر کو دائیں طرف لے جائے اور الا اللہ کی ضرب قلب پر لگائے اسی طرح لا الٰہ الا اللہ دو سو مرتبہ کہے اور درمیان میں گاہے گاہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی کہتا رہے اور دسویں یا بیسویں مرتبہ کلمہ طیبہ پورا پڑھے اس کے بعد تھوڑی دیر تک مراقب ہو جائے، اس کے بعد پہلے کی طرح پھر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے ساتھ کلمہ طیبہ تین مرتبہ دہرا کر صرف اثبات یعنی الا اللہ کی ضربیں چار سو بار دل پر لگائے جو بائیں جانب ہے۔

اور دل میں توئی توئی کا تصور جمائے رکھے (یعنی الا اللہ تو ہی ہے) اس کے بعد تھوڑی دیر مراقبہ کرے اور پھر سر اٹھا کر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے ساتھ تین مرتبہ کلمہ طیبہ کا تکرار کرے اور پھر چھ سو مرتبہ ذکر دو ضربی اللہ اللہ کرے، پہلی ضرب دل پر لگائے جو بائیں جانب ہے اور دوسری ضرب جگر پر لگائے جو دائیں طرف ہے اس ذکر کے دوران انت الھادی، انت الحاضر، انت الناظر کا تصور کرے اور مرشد کے رابطے اور واسطے کا تصور جمائے رکھے جب یہ ذکر بارہ سو مرتبہ پورا ہو جائے تو کچھ دیر مراقب ہو کر بیٹھ جائے اور یہ تصور کرے کہ باطن سے کیا علم معرفت وارد ہوتا ہے، اس

کے بعد سر اٹھا کر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے ساتھ تین مرتبہ کلمہ طیبہ کا تکرار کرے اور ذکر یک ضربی اللہ اللہ اللہ ایک سو مرتبہ قلب پر مارے اگر اس سے انشراح محسوس ہو تو یہ ذکر یک ضربی کرتا رہے کیونکہ اس سے بہت فیضان حاصل ہوتا ہے اور خوب جوش وخروش پیدا ہوتا ہے، حضرت شیخ عبدالجلیل جو حضرت شیخ محمد صادق قدس سرہ کے اکابر خلفاء میں سے ہیں اپنے بعض رسائل میں لکھتے ہیں کہ اسی قسم کا ذکر ہمارا معمول رہا ہے۔

طریق ذکر خفی

اور جو لوگ ذکر جہری کے قائل نہیں ہیں اسم اللہ دل میں کہتے ہیں اور زبان تالو سے لگی رہتی ہے اور دل میں اللہ اللہ کا ذکر جاری رہتا ہے، بملاحظہ معنیٰ۔

طریق پاس انفاس

اللہ اللہ کا ذکر بطریق پاس انفاس بھی کیا جاتا ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ جب سانس اندر لیتے ہیں تو زبان کے ساتھ نہیں بلکہ اسم مبارک اللہ دل میں کہتے ہیں اس طریقہ میں کمال حاصل کرنے کیلئے بعض الف اور لام کو بھی حذف کر دیتے ہیں اور صرف ھُو کا ذکر کرتے ہیں یعنی سانس اندر لیتے وقت بھی ھُو کہتے ہیں اور باہر نکالتے وقت بھی ھُو دل سے کہتے ہیں، محققین کا کہنا ہے کہ یہ ذکر یعنی ھو ھو ہر سانس میں خود بخود جاری ہے خواہ آدمی جانے یا نہ جانے بندہ ہمیشہ ذکر میں ہے لیکن کامل صورت یہ ہے کہ آدمی اپنے ذکر سے آگاہ ھُو اور اپنے ذکر کی طرف ہمیشہ متوجہ رہے تاکہ عین ذات (ذات باری تعالیٰ) میں محو اور مستغرق ہو جائے اور صوت مستقیم بے اختیار ہر شخص کے اندر جاری ہے

اور یہ اعلیٰ قسم کا ذکر ہے، چنانچہ اگر کانوں میں انگلیاں دیدی جائیں تو یہ ذکر سنائی دیتا ہے اور بعض لوگ اس آواز کواسی آواز ھویت کا نام دیتے ہیں جو باطن میں ملحق ہے جو اس آواز میں مشغول رہتا ہے صدائے ھُوُ ھُوُ تک پہنچ جاتا ہے اور اس میں گم ہو جاتا ہے اور اس کے مغز گوشت پوست اور ہڈیوں سے یہی آواز نکلتی ہے (اقتباالانوار ص:۴۸۷)۔

حضرت شاہ ابوالمعالی انبہٹویؒ

حضرت شیخ محمد صادقؒ کے اجل خلفاء میں سے حضرت شاہ ابوالمعالی علیہ الرحمہ ہیں جو انبہٹہ پیر ضلع سہارنپور میں آرام فرما ہیں، ایک مجلس میں حضرت مولانا رشید احمد صاحبؒ کے نبیرہ حضرت مولانا حکیم عبدالرشید محمود عرف حکیم ننومیاںؒ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ شاہ ابوالمعالیؒ اپنے پیر باصفا حضرت شاہ صادقؒ سے ملاقات کے لئے گنگوہ حاضر ہوئے شاہ صادقؒ نے معلوم کیا کہ کون ہے عرض کیا گیا ابوالمعالی، حضرت شاہ صاحبؒ نے ارشاد فرمایا کہ مالی کیا لیکر آیا ہے اس جملہ کی لاج رکھ کر حضرت شاہ ابوالمعالیؒ نے کچھ پھل اور کچھ پھول کے انبہٹہ پیر میں درخت لگائے اور خود اپنے ہاتھ سے ان میں پانی دیا جب تیار ہو گئے تو اس میں سے کچھ پھل اور پھول ایک تھال میں رکھے اور پیدل انبہٹہ سے گنگوہ حاضر ہو کر عرض کیا کہ مالی پھل اور پھول لیکر آیا ہے۔

حضرت شاہ صادقؒ کی انبہٹہ حاضری

ایک مرتبہ حضرت شاہ صادق انبہٹہ پیر تشریف لے گئے تو شاہ ابوالمعالی کے گھر سے ایک خادمہ لوٹا لیکر نکلی شاہ صادق نے خادمہ سے معلوم کیا کہاں جارہی ہو اس نے

عرض کیا کہ گھر میں فاقہ ہے لوٹا گروی رکھ کر آٹا لیکر آؤں گی، حضرت شاہ صادقؒ نے ایک روپیہ اور ایک تعویذ دیا کہ اس ایک روپیہ کا آٹا خرید کر اس میں یہ تعویذ رکھدینا چنانچہ ایسا کیا گیا کافی روز تک اس میں خیر و برکت ہوتی رہی شاہ ابوالمعالی نے اہل خانہ سے معلوم کیا کیا بات کئی روز سے شیخ جی (فاقہ) نہیں آرہا ہے اہل خانہ نے بتلایا کہ آپ کے پیر تعویذ دیکر گئے تھے اس کی برکت ہے، حضرت نے لیکر اس تعویذ کو اپنی پگڑی میں رکھ لیا کہ وہ تعویذ تو پگڑی میں رکھنے کے قابل ہے نہ کہ آٹے میں، پھر جو آٹا تھا وہ ختم ہوگیا پھر فاقہ شروع ہوگیا۔

ذکر کے فوائد

حافظ ابن قیم ایک مشہور محدث ہیں انہوں نے ایک مبسوط رسالہ عربی میں ''الوابل الصیب'' کے نام سے ذکر کے فضائل میں تصنیف فرمایا ہے، جس میں وہ فرماتے ہیں کہ ذکر میں سو سے بھی زیادہ فائدے ہیں ان میں سے نمبر وار اناسی فائدے انہوں نے ذکر فرمائے ہیں جن کو مختصراً اس جگہ ذکر کیا جاتا ہے اور چونکہ بہت سے فائدے ان میں ایسے ہیں جو کئی فائدوں کو شامل ہیں اس لحاظ سے یہ سو سے زیادہ کو مشتمل ہیں۔

(۱) ذکر شیطان کو دفع کرتا ہے اور اس کی قوت کو توڑتا ہے (۲) اللہ جل جلالہ کی خوشنودی کا سبب ہے (۳) دل سے فکر و غم کو دور کرتا ہے (۴) دل میں فرحت و سرور اور انبساط پیدا کرتا ہے (۵) بدن کو اور دل کو قوت بخشتا ہے (۶) چہرہ اور دل کو منور کرتا ہے (۷) رزق کو کھینچتا ہے (۸) ذکر کرنے والے کو ہیبت اور حلاوت کا لباس پہناتا ہے یعنی

اس کے دیکھنے سے رعب پڑتا ہے اور دیکھنے والوں کو حلاوت نصیب ہوتی ہے (۹) اللہ تعالیٰ شانہ کی محبت پیدا کرتا ہے اور محبت ہی اسلام کی روح اور دین کا مرکز ہے اور سعادت اور نجات کا مدار ہے، جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت تک اس کی رسائی ہو، اس کو چاہئے کہ اس کے ذکر کی کثرت کرے جیسا کہ پڑھنا اور تکرار کرنا علم کا دروازہ ہے، اسی طرح اللہ کا ذکر اس کی محبت کا دروازہ ہے (۱۰) ذکر سے مراقبہ نصیب ہوتا ہے جو مرتبہ احسان تک پہنچا دیتا ہے، یہی مرتبہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی عبادت ایسی نصیب ہوتی ہے گویا اللہ جل شانہ کو دیکھ رہا ہے (یہی مرتبہ صوفیہ کا منتہائے مقصد ہوتا ہے) (۱۱) اللہ کی طرف رجوع پیدا کرتا ہے جس سے رفتہ رفتہ یہ نوبت آجاتی ہے کہ ہر چیز میں حق تعالیٰ شانہ اس کی جائے پناہ اور ماویٰ وملجا بن جاتے ہیں اور ہر مصیبت میں اسی کی طرف توجہ ہو جاتی ہے (۱۲) اللہ کا قرب پیدا کرتا ہے اور جتنا ذکر میں اضافہ ہوتا ہے اتنا ہی قرب میں اضافہ ہوتا ہے اور جتنی ذکر سے غفلت ہوتی ہے اتنی ہی اللہ سے دوری ہوتی ہے (۱۳) اللہ تعالیٰ کی معرفت کا دروازہ کھولتا ہے (۱۴) اللہ تعالیٰ شانہ کی ہیبت اور اس کی بڑائی دل میں پیدا کرتا ہے اور اللہ کے ساتھ حضوری پیدا کرتا ہے (۱۵) اللہ جل شانہ کی بارگاہ میں ذکر کا سبب ہے چنانچہ کلام پاک میں ارشاد ہے فاذکرونی اذکرکم اور حدیث میں وارد ہے من ذکرنی فی نفسہ ذکرتہ فی نفسی (الحدیث) چنانچہ آیات اور احادیث کے بیان میں پہلے مفصل گذر چکا ہے اگر ذکر میں اس کے سوا اور کوئی بھی فضیلت نہ ہوتی تب بھی شرافت اور کرامت کے اعتبار سے یہی ایک فضیلت کافی تھی چہ جائیکہ اس میں اور بھی بہت سی فضیلتیں ہیں (۱۶) دل کو زندہ کرتا ہے، حافظ

ابن تیمیہؒ کہتے ہیں کہ اللہ کا ذکر دل کیلئے ایسا ہے جیسا مچھلی کیلئے پانی، خود غور کرلو کہ بغیر پانی کے مچھلی کا کیا حال ہوتا ہے (۱۷) دل اور روح کی روزی ہے، اگر ان دونوں کو اپنی روزی نہ ملے تو ایسا ہے جیسا بدن کو اس کی روزی (یعنی کھانا) نہ ملے (۱۸) دل کو زنگ سے صاف کرتا ہے جیسا کہ حدیث میں بھی وارد ہوا ہے، ہر چیز پر اس کے مناسب زنگ اور میل کچیل ہوتا ہے، دل کا میل اور زنگ خواہشات اور غفلت ہیں یہ اس کیلئے صفائی کا کام دیتا ہے (۱۹) لغزشوں اور خطاؤں کو دور کرتا ہے (۲۰) بندہ کو اللہ جل شانہ سے جو وحشت ہو جاتی ہے اس کو دور کرتا ہے، کہ غافل کے دل پر اللہ کی طرف سے ایک وحشت رہتی ہے جو ذکر ہی سے دور ہوتی ہے (۲۱) جو اذکار بندہ کرتا ہے وہ عرش کے چاروں طرف بندہ کا ذکر کرتے رہتے ہیں جیسا کہ حدیث میں وارد ہے باب نمبر:۳ر فصل نمبر:۲ر حدیث نمبر ۱۷ (۲۲) جو شخص راحت میں اللہ جل شانہ کا ذکر کرتا ہے اللہ جل جلالہ مصیبت کے وقت اس کو یاد کرتا ہے (۲۳) اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات کا ذریعہ ہے (۲۴) سکینہ اور راحت کے اترنے کا سبب ہے اور فرشتے ذکر کرنے والے کو گھیر لیتے ہیں (سکینہ کے معنیٰ باب ہذا کی فصل :۲ر حدیث :۸ر میں گذر چکے ہیں) (۲۵) اس کی برکت سے زبان غیبت، چغلخوری، جھوٹ، بدگوئی، لغوگوئی سے محفوظ رہتی ہے، چنانچہ تجربہ اور مشاہدہ سے ثابت ہے کہ جس شخص کی زبان اللہ کے ذکر کی عادی ہو جاتی ہے وہ ان اشیاء سے عموماً محفوظ رہتا ہے، اور جس کی زبان عادی نہیں ہوتی ہر نوع کی لغویات میں مبتلا رہتا ہے (۲۶) ذکر کی مجلسیں فرشتوں کی مجلسیں ہیں اور لغویات اور غفلت کی مجلسیں شیطان کی مجلسیں ہیں، اب آدمی کو اختیار ہے جس قسم کی مجلسوں کو

چاہے پسند کرلے، اور ہر شخص اسی کو پسند کرتا ہے جس سے مناسبت رکھتا ہے (۲۷) ذکر کی وجہ سے ذکر کرنے والا بھی سعید (نیک بخت) ہوتا ہے اور اس کے پاس بیٹھنے والا بھی، اور غفلت یا لغویات میں مبتلا ہونے والا خود بھی بد بخت ہوتا ہے اور اس کے پاس بیٹھنے والا بھی (۲۸) قیامت کے دن حسرت سے محفوظ رکھتا ہے، اس لئے کہ حدیث میں آیا ہے کہ ہر وہ مجلس جس میں اللہ کا ذکر نہ ہو قیامت کے دن حسرت اور نقصان کا سبب ہے (۲۹) ذکر کے ساتھ اگر تنہائی کا رونا بھی نصیب ہو جائے تو قیامت کے دن کی تپش اور گرمی میں جبکہ ہر شخص میدان حشر میں بلبلا رہا ہوگا یہ عرش کے سایہ میں ہوگا (۳۰) ذکر میں مشغول رہنے والوں کو ان سب چیزوں سے زیادہ ملتا ہے جو دعائیں مانگنے والوں کو ملتی ہیں، حدیث میں اللہ جل شانہ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جس شخص کو میرے ذکر نے دعا سے روک دیا اس کو میں دعائیں مانگنے والوں سے افضل عطا کروں گا (۳۱) باوجود سہل ترین عبادت ہونے کے تمام عبادتوں سے افضل ہے اس لئے کہ زبان کو حرکت دینا بدن کے اور تمام اعضاء کو حرکت دینے سے سہل ہے (۳۲) اللہ کا ذکر جنت کے پودے ہیں چنانچہ باب نمبر ۳/فصل ۲/حدیث ۴/ میں مفصل آرہا ہے (۳۳) جس قدر بخشش اور انعام کا وعدہ اس پر ہے اتنا کسی اور عمل پر نہیں ہے، چنانچہ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جو شخص لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر سو مرتبہ کسی دن پڑھے تو اس کے لئے دس غلام آزاد کرنے کا ثواب ہوتا ہے اور سو نیکیاں اس کیلئے لکھی جاتی ہیں اور سو برائیاں اس سے معاف کردی جاتی ہیں اور شام تک شیطان سے محفوظ رہتا ہے اور دوسرا کوئی شخص اس سے افضل نہیں

ہوتا، مگر وہ شخص کہ اس سے زیادہ عمل کرے، اسی طرح اور بہت سی احادیث ہیں جن سے ذکر کا افضل اعمال ہونا معلوم ہوتا ہے، اور بہت سی ان میں سے اس رسالہ ''فضائل ذکر'' میں مذکور ہیں (۳۴) دوامِ ذکر کی بدولت اپنے نفس کو بھولنے سے امن نصیب ہوتا ہے جو سبب ہے دارین کی شقاوت کا، اس لئے کہ اللہ کی یاد کو بھلا دینا سبب ہوتا ہے خود اپنے نفس کو بھلا دینے کا اور اپنے تمام مصالح کے بھلا دینے کا، چنانچہ ارشاد خداوندی ہے **ولا تكونوا كالذين نسوا الله فانسهم انفسهم اولئك هم الفاسقون** (سورۂ حشر رکوع ۳) (تم ان لوگوں کی طرح نہ بنو جنہوں نے اللہ سے بے پروائی کی پس اللہ نے ان کو اپنی جانوں سے بے پروا کر دیا یعنی ان کی عقل ایسی ماری گئی کہ اپنے حقیقی نفع کو نہ سمجھا اور جب آدمی اپنے نفس کو بھلا دیتا ہے تو اس کی مصالح سے غافل ہو جاتا ہے اور یہ سبب ہلاکت کا بن جاتا ہے، جیسا کہ کسی شخص کی کھیتی ہو یا باغ ہو اور اس کو بھول جائے اس کی خبر گیری نہ کرے تو لامحالہ وہ ضائع ہوگا اور اس سے امن جب ہی مل سکتا ہے جب اللہ کے ذکر سے زبان کو ہر وقت تر و تازہ رکھے اور ذکر اس کو ایسا محبوب ہو جائے جیسا کہ پیاس کی شدت کے وقت پانی اور بھوک کے وقت کھانا اور سخت گرمی اور سخت سردی کے وقت مکان اور لباس بلکہ اللہ کا ذکر اس سے زیادہ کا مستحق ہے، اس لئے کہ ان اشیاء کے نہ ہونے سے بدن کی ہلاکت ہے جو روح کی اور دل کی ہلاکت کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہے (۳۵) ذکر آدمی کی ترقی کرتا رہتا ہے بستر پر بھی اور بازار میں بھی، صحت میں بھی اور بیماری میں بھی، نعمتوں اور لذتوں کے ساتھ مشغولی میں بھی، اور کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو ہر وقت ترقی کا سبب بنتی ہو حتیٰ کہ جس کا دل نورِ ذکر سے منور

ہو جاتا ہے وہ سوتا ہوا بھی غافل شب بیداروں سے بڑھ جاتا ہے (۳۶) ذکر کا نور دنیا میں بھی ساتھ رہتا ہے اور قبر میں بھی ساتھ رہتا ہے اور آخرت میں پلصراط پر آگے آگے چلتا ہے، حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے او من کان میتا فاحییناه و جعلنا له نورا یمشی به فی الناس کمن مثله فی الظلمات لیس بخارج منها (سورۂ انعام رکوع ۱۵) ایسا شخص جو پہلے مردہ یعنی گمراہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ یعنی مسلمان بنادیا اور اس کو ایسا نور دیدیا کہ وہ اس نور کو لئے ہوئے آدمیوں میں چلتا پھرتا ہے یعنی وہ نور ہر وقت اس کے ساتھ رہتا ہے کیا ایسا شخص بدحالی میں اس شخص کی طرح ہوسکتا ہے جو گمراہیوں کی تاریکیوں میں گھرا ہو کہ ان سے نکلنے ہی نہیں پاتا، پس اول شخص مؤمن ہے جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور اس کی محبت اور اس کی معرفت اور اس کے ذکر سے منور ہے اور دوسرا شخص ان چیزوں سے خالی ہے، حقیقت یہ ہے کہ یہ نور نہایت مہتم بالشان چیز ہے اور اسی میں پوری کامیابی ہے، اسی لئے نبی ﷺ اس کی طلب اور دعا میں مبالغہ فرمایا کرتے تھے اور اپنے ہر ہر جزو میں نور کو طلب فرماتے تھے، چنانچہ احادیث میں متعدد دعائیں ایسی ہیں جن میں حضور ﷺ نے اس کی دعا فرمائی ہے کہ حق تعالیٰ شانہ آپ کے گوشت میں، ہڈیوں میں، پٹھوں میں، بال میں، کھال میں، کان میں، آنکھ میں اور نیچے، دائیں، بائیں، آگے، پیچھے، نور ہی نور کردے، حتیٰ کہ یہ بھی دعا کی کہ خود مجھی کو سرتاپا نور بنادے کہ آپ کی ذات ہی نور بنجائے اسی نور کی بقدر اعمال میں نور ہوتا ہے حتیٰ کہ بعض لوگوں کے نیک عمل ایسی حالت میں آسمان پر جاتے ہیں کہ ان پر آفتاب جیسا نور ہوتا ہے اور ایسا ہی نور ان کے چہروں پر قیامت کے دن ہوگا (۳۷) ذکر تصوف کا

اصل اصول ہے اور تمام صوفیہ کے سب طریقوں میں رائج ہے، جس شخص کے لئے ذکر کا دروازہ کھل گیا ہے اس کے لئے اللہ جل شانہ تک پہونچنے کا دروازہ کھل گیا، اور جو اللہ جل شانہ تک پہونچ گیا وہ جو چاہتا ہے پاتا ہے کہ اللہ جل شانہ کے پاس کسی چیز کی بھی کمی نہیں ہے (۳۸) آدمی کے دل میں ایک گوشہ ہے جو اللہ کے ذکر کے علاوہ کسی چیز سے بھی پُر نہیں ہوتا اور جب ذکر دل پر مسلط ہوجاتا ہے تو وہ نہ صرف اس گوشہ کو پُر کرتا ہے بلکہ ذکر کرنے والے کو بغیر مال کے غنی کردیتا ہے اور بغیر کنبہ اور جماعت کے لوگوں کے دلوں میں عزت والا بنادیتا ہے، اور بغیر سلطنت کے بادشاہ بنادیتا ہے، اور جو شخص ذکر سے غافل ہوتا ہے وہ باوجود مال و دولت، کنبہ اور حکومت کے ذلیل ہوتا ہے (۳۹) ذکر پراگندہ کو مجتمع کرتا ہے اور مجتمع کو پراگندہ کرتا ہے، دور کو قریب کرتا ہے اور قریب کو دور کرتا ہے، پراگندہ کو مجتمع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کے دل پر جو متفرق ہموم وغموم تفکرات پریشانیاں ہوتی ہیں ان کو دور کرکے جمعیت خاطر پیدا کرتا ہے اور مجتمع کو پراگندہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی پر جو تفکرات مجتمع ہیں ان کو متفرق کردیتا ہے اور آدمی کی جو لغزشیں اور گناہ جمع ہوگئے ہیں ان کو پراگندہ کردیتا ہے اور دنیا کو جو قریب ہے دور کردیتا ہے (۴۰) ذکر آدمی کے دل کو نیند سے جگاتا ہے، غفلت سے چوکنا کرتا ہے اور دل جب تک سوتا رہتا ہے اپنے سارے ہی منافع کھوتا رہتا ہے (۴۱) ذکر ایک درخت ہے جس پر معارف کے پھل لگتے ہیں، صوفیہ کی اصطلاح میں احوال اور مقامات کے پھل لگتے ہیں، اور جتنی بھی ذکر کی کثرت ہوگی اتنی ہی اس درخت کی جڑ مضبوط ہوگی اور جتنی جڑ مضبوط ہوگی اتنے ہی زیادہ پھل اس پر آئیں گے (۴۲) ذکر اس پاک ذات

کے قریب کردیتا ہے جس کا ذکر کررہا ہے، حتیٰ کہ اس کے ساتھ معیت نصیب ہوجاتی ہے، چنانچہ قرآن پاک میں ہے ان اللہ مع الذین اتقوا اللہ جل شانہ متقیوں کے ساتھ ہے اور حدیث میں وارد ہے انا مع عبدی ماذکرنی، میں اپنے بندے کے ساتھ رہتا ہوں جب تک وہ میرا ذکر کرتا رہے، ایک حدیث میں ہے کہ میرا ذکر کرنے والے میرے آدمی ہیں ان کو اپنی رحمت سے دور نہیں کرتا، اگر وہ اپنے گناہوں سے توبہ کرتے ہیں تو میں ان کا حبیب ہوں اور اگر وہ توبہ نہ کریں تو میں ان کا طبیب ہوں، کہ ان کو پریشانیوں میں مبتلا کرتا ہوں تاکہ ان کو گناہوں سے پاک کروں، نیز ذکر کی وجہ سے جو اللہ جل شانہ کی معیت نصیب ہوتی ہے وہ ایسی معیت ہے جس کے برابر دوسری معیت نہیں، نہ وہ زبان سے تعبیر ہوسکتی ہے نہ تحریر میں آسکتی ہے، اس کی لذت وہی جان سکتا ہے جس کو یہ نصیب ہوجاتی ہے، اللھم ارزقنی منہ شیئا (۴۳) ذکر غلاموں کے آزاد کرنے کے برابر ہے، مالوں کے خرچ کرنے کے برابر ہے، اللہ کے راستے میں جہاد کے برابر ہے،، بہت سی روایات میں اس قسم کے مضامین گذر بھی چکے ہیں اور آئندہ بھی آنے والے ہیں (۴۴) ذکر شکر کی جڑ ہے جو اللہ کا ذکر نہیں کرتا وہ شکر بھی ادا نہیں کرتا، ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام نے اللہ جل جلالہ سے عرض کیا کہ آپ نے مجھ پر بہت احسانات کئے ہیں مجھے طریقہ بتادیجئے کہ میں آپ کا بہت شکر ادا کروں، اللہ جل جلالہ نے ارشاد فرمایا کہ جتنا بھی تم میرا ذکر کروگے اتنا ہی شکر ادا ہوگا، دوسری حدیث میں حضرت موسیٰؑ کی یہ درخواست ذکر کی گئی ہے کہ یا اللہ تیری شان کے مناسب شکر کس طرح ادا ہو؟ اللہ جل جلالہ نے فرمایا کہ

تمہاری زبان ہر وقت ذکر کے ساتھ تروتازہ رہے (۴۵) اللہ کے نزدیک پرہیزگار لوگوں میں زیادہ معزز وہ لوگ ہیں جو ذکر میں ہر وقت مشغول رہتے ہوں اس لئے کہ تقویٰ کا منتہا جنت ہے اور ذکر کا منتہا اللہ کی معیت ہے (۴۶) دل میں ایک خاص قسم کی قَسْوَتْ (سختی) سے جو ذکر کے علاوہ کسی چیز سے بھی نرم نہیں ہوتی (۴۷) ذکر دل کی بیماریوں کا علاج ہے (۴۸) ذکر اللہ کے ساتھ دوستی کی جڑ ہے اور ذکر سے غفلت اس کے ساتھ دشمنی کی جڑ ہے (۴۹) اللہ کے ذکر کی برابر کوئی چیز نعمتوں کو کھینچنے والی اور اللہ کے عذاب کو ہٹانے والی نہیں ہے (۵۰) ذکر کرنے والے پر اللہ کی صلوٰۃ و رحمت اور فرشتوں کی صلوٰۃ (دعا) ہوتی ہے (۵۱) جو شخص یہ چاہے کہ دنیا میں رہتے ہوئے بھی جنت کے باغوں میں رہے وہ ذکر کی مجالس میں بیٹھے، کیونکہ یہ مجالس جنت کے باغ ہیں (۵۲) ذکر کی مجلسیں فرشتوں کی مجلسیں ہیں، احادیث مذکورہ میں یہ مضمون مفصل گذر چکا ہے (۵۳) اللہ جل شانہ ذکر کرنے والوں پر فرشتوں کے سامنے فخر کرتے ہیں (۵۴) ذکر پر مداومت کرنے والا جنت میں ہنستا ہوا داخل ہوتا ہے (۵۵) تمام اعمال اللہ کے ذکر ہی کے واسطے مقرر کئے گئے ہیں (۵۶) تمام اعمال میں وہی عمل افضل ہے جس میں ذکر کثرت سے کیا جائے، روزوں میں وہ روزہ افضل ہے جس میں ذکر کی کثرت ہو، حج میں وہ حج افضل ہے جس میں ذکر کی کثرت ہو، اسی طرح اور اعمال جہاد وغیرہ کا حکم ہے (۵۷) یہ نوافل اور دوسری نفل عبادات کے قائم مقام ہے، چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ فقراء نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ یہ مالدار لوگ بڑے بڑے درجے حاصل کرتے ہیں یہ روزے نماز میں ہمارے شریک ہیں اور اپنے مالوں کی وجہ سے حج و عمرہ

جہاد میں ہم سے سبقت لے جاتے ہیں، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں ایسی چیز بتاؤں جس سے کوئی شخص تم تک نہ پہونچ سکے مگر وہ شخص جو یہ عمل کرے اس کے بعد حضور ﷺ نے ہر نماز کے بعد سبحان اللہ، الحمدللہ، اللہ اکبر پڑھنے کو فرمایا جیسا کہ باب نمبر:۳/فصل نمبر:۲/حدیث نمبر:۷/میں آرہا ہے کہ حضور ﷺ نے حج، عمرہ، جہاد وغیرہ ہر عبادت کا بدل ذکر کو قرار دیا ہے (۵۸) ذکر دوسری عبادات کے لئے بڑا معین ومددگار ہے کہ اس کی کثرت سے ہر عبادت محبوب بن جاتی ہے اور عبادات میں لذت آنے لگتی ہے اور کسی عبادت میں بھی مشقت اور بار نہیں رہتا (۵۹) ذکر کی وجہ سے ہر مشقت آسان بن جاتی ہے اور ہر دشوار چیز سہل ہوجاتی ہے اور ہر قسم کے بوجھ میں خفّت ہوجاتی ہے اور ہر مصیبت زائل ہوجاتی ہے (۶۰) ذکر کی وجہ سے دل سے خوف وہراس دور ہوجاتا ہے، ڈر کے مقام پر اطمینان پیدا کرنے اور خوف کو زائل کرنے میں اللہ کے ذکر کو خصوصی دخل ہے، اور اس کی یہ خاص تاثیر ہے جتنی بھی ذکر کی کثرت ہوگی اتنا ہی اطمینان نصیب ہوگا اور خوف زائل ہوگا (۶۱) ذکر کی وجہ سے آدمی میں ایک خاص قوت پیدا ہوتی ہے جس کی وجہ سے ایسے کام اس سے صادر ہونے لگتے ہیں جو دشوار نظر آتے ہیں، حضور اقدس ﷺ نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہؓ کو جب انہوں نے چکّی کی مشقت اور کاروبار کی دشواری کی وجہ سے ایک خادم طلب کیا تھا تو سوتے وقت سبحان اللہ، الحمدللہ ۳۳/۳۳/مرتبہ اور اللہ اکبر ۳۴/مرتبہ پڑھنے کا حکم فرمایا تھا اور یہ ارشاد فرمایا تھا کہ یہ خادم سے بہتر ہے (۶۲) آخرت کے لئے کام کرنے والے سب دوڑ رہے ہیں اور اس دوڑ میں ذاکرین کی جماعت سب سے آگے ہے، عمر مولیٰ غفرۃ

رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کیا گیا ہے کہ قیامت میں جب لوگوں کو اعمال کا ثواب ملے گا تو بہت سے لوگ اس وقت حسرت کریں گے کہ ہم نے ذکر کا اہتمام کیوں نہ کیا کہ سب سے زیادہ سہل عمل تھا۔

ایک حدیث میں حضور ﷺ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ مفرد لوگ آگے بڑھ گئے صحابہؓ نے عرض کیا کہ مفرد لوگ کون ہیں؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ذکر پر مرمٹنے والے کہ، ذکر ان کے بوجھوں کو ہلکا کر دیتا ہے (۶۳) ذکر کرنے والے کی اللہ تعالیٰ شانہ تصدیق کرتے ہیں اور اس کو سچا بتاتے ہیں اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ خود سچا بتائیں اس کا حشر جھوٹوں کے ساتھ نہیں ہو سکتا۔ حدیث میں آیا ہے کہ جب بندہ لا الٰہ الا اللہ و اللہ اکبر کہتا ہے تو حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں کہ میرے بندہ نے سچ کہا میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور میں سب سے بڑا ہوں (۶۴) ذکر سے جنت میں گھر تعمیر ہوتے ہیں جب بندہ ذکر سے رُک جاتا ہے تو فرشتے تعمیر سے رُک جاتے ہیں جب ان سے کہا جاتا ہے کہ فلاں تعمیر تم نے کیوں روکدی؟ تو وہ کہتے ہیں کہ اس تعمیر کا خرچ ابھی تک آیا نہیں ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم سات مرتبہ پڑھے تو ایک گنبد اس کیلئے جنت میں تعمیر ہو جاتا ہے (۶۵) ذکر جہنم کے لئے آڑ ہے، اگر کسی بد عملی کی وجہ سے جہنم کا مستحق ہو جائے تو ذکر درمیان میں آڑ بن جاتا ہے اور جتنی ذکر کی کثرت ہوگی اتنی ہی پختہ آڑ ہوگی (۶۶) ذکر کرنے والے کیلئے فرشتے استغفار کرتے ہیں، حضرت عمرو بن العاصؓ سے ذکر کیا گیا ہے کہ جب بندہ سبحان اللہ وبحمدہ کہتا ہے یا الحمدللہ رب العلمین کہتا ہے تو فرشتے دعا کرتے ہیں

کہ اے اللہ اس کی مغفرت فرما (٦٧) جس پہاڑ پر یا میدان میں اللہ کا ذکر کیا جائے وہ فخر کرتے ہیں، حدیث میں آیا ہے کہ ایک پہاڑ دوسرے پہاڑ کو آواز دے کر پوچھتا ہے کہ کوئی ذکر کرنے والا تجھ پر آج گذرا ہے؟ اگر وہ کہتا ہے کہ گذرا ہے تو وہ خوش ہوتا ہے (٦٨) ذکر کی کثرت نفاق سے بری ہونے کا اطمینان (اور سند) ہے کیونکہ اللہ جل شانہ نے منافقوں کی صفت یہ بیان کی ہے کہ لایذکرون اللہ الا قلیلاً (نہیں ذکر کرتے اللہ کا مگر تھوڑا سا)۔

کعب احبارؓ سے نقل کیا گیا ہے کہ جو کثرت سے اللہ کا ذکر کرے وہ نفاق سے بری ہے (٦٩) تمام نیک اعمال کے مقابلہ میں ذکر کے لئے ایک خاص لذّت ہے جو کسی عمل میں بھی نہیں پائی جاتی، اگر ذکر میں اس لذت کے سوا کوئی بھی فضیلت نہ ہوتی تو یہی چیز اس کی فضیلت کے لئے کافی تھی، مالک بن دینارؒ کہتے ہیں لذت پانے والے کسی چیز میں ذکر کے برابر نہیں پاتے (٧٠) ذکر کرنے والوں کے چہروں پر دنیا میں رونق اور آخرت میں نور ہوگا (٧١) جو شخص راستوں میں اور گھروں میں اور حضر میں کثرت سے ذکر کرے قیامت میں اس کے لئے گواہی دینے والے کثرت سے ہوں گے، حق تعالیٰ شانہ قیامت کے دن کے بارے میں فرماتے ہیں یومئذ تحدث اخبارھا (اس دن زمین اپنی خبریں بیان کرے گی) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جانتے ہو اس کی خبریں کیا ہیں؟ صحابہؓ نے لاعلمی ظاہر کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس مرد وعورت نے جو کام زمین پر کیا ہے وہ بتائے گی کہ فلاں دن فلاں وقت مجھ پر یہ کام کیا ہے (نیک ہو یا بُرا) اس لئے مختلف جگہوں میں کثرت سے ذکر کرنے والوں کے گواہ

بھی بکثرت ہوں گے (۷۲) زبان جتنی دیر ذکر میں مشغول رہے گی لغویات، جھوٹ، غیبت وغیرہ سے محفوظ رہے گی اس لئے کہ زبان چپ تو رہتی ہی نہیں یا تو ذکراللہ میں مشغول ہوگی ورنہ لغویات میں، اسی طرح دل کا حال ہے کہ اگر وہ اللہ کی محبت میں مشغول نہ ہوگا تو مخلوق کی محبت میں مبتلا ہوگا (۷۳) شیاطین آدمی کے کھلے دشمن ہیں اور ہر طرح سے اس کو وحشت میں ڈالتے رہتے ہیں اور ہر طرف سے اس کو گھیرے رہتے ہیں، جس شخص کا یہ حال ہو کہ اس کے دشمن ہر وقت اس کا محاصرہ کئے رہتے ہوں اس کا جو حال ہوگا ظاہر ہے، اور دشمن بھی ایسے کہ ہر ایک ان میں سے یہ چاہے کہ جو تکلیف بھی پہونچا سکوں پہونچاؤں، ان لشکروں کو ہٹانے والی چیز ذکر کے سوا کوئی نہیں ہے، بہت سی احادیث میں بہت سی دعائیں آئی ہیں جن کے پڑھنے سے شیطان قریب بھی نہیں آتا اور سوتے وقت پڑھنے سے رات بھر حفاظت رہتی ہے، حافظ ابن قیمؒ نے بھی ایسی دعائیں متعدد ذکر کی ہیں، ان کے علاوہ مصنفؒ نے چھ نمبروں میں انواع ذکر کا تفاضل اور ذکر کی بعض کلی فضیلتیں ذکر کی ہیں اور اس کے بعد پچھتر فصلیں خصوصی دعاؤں میں جو خاص خاص اوقات میں وارد ہوئی ہیں ذکر کی ہیں جن کو اختصار کی وجہ سے چھوڑ دیا گیا ہے کہ، توفیق والے کیلئے جو ذکر کیا گیا یہ بھی کافی سے زیادہ ہے اور جس کو توفیق نہیں ہے اس کیلئے ہزار ہا فضائل بھی بے کار ہیں، وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔

چہل صلوٰۃ وسلام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی سَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ (القرٰن الحکیم)

(۱) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَاَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَکَ (طبرانی)

(۲) اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِهِ الدَّعْوَةِ الْقَآئِمَةِ وَالصَّلٰوةِ النَّافِعَةِ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّارْضَ عَنِّیْ رِضًا لَّا تَسْخَطُ بَعْدَهٗ اَبَدًا (مسند احمد)

(۳) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ وَصَلِّ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ (ابن حبان)

(۴) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّارْحَمْ مُحَمَّدًا وَّاٰلَ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ وَبَارَکْتَ وَرَحِمْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ (بیہقی)

(۵) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ (بخاری شریف)

(۶) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ (مسلم شریف)

(۷) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ (ابن ماجہ)

(۸) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ (نسائی)

(۹) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ (ابوداؤد)

(۱۰) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ (ابوداؤد)

(۱۱) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ فِی الْعَالَمِیْنَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ (مسلم شریف)

(۱۲) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّیَّتِهٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّیَّتِهٖ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ (ابوداؤد شریف)

(۱۳) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اَزْوَاجِهٖ وَذُرِّیَّتِهٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اَزْوَاجِهٖ وَذُرِّیَّتِهٖ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ (مسلم شریف)

(۱۴) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ وَاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّیَّتِهٖ اُمَّھَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَذُرِّیَّتِهٖ وَاَھْلِ بَیْتِهٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ (ابوداؤد)

(۱۵) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ وَتَرَحَّمْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا تَرَحَّمْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ (طبری)

(۱۶) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰھُمَّ تَرَحَّمْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا تَرَحَّمْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ، اَللّٰھُمَّ تَحَنَّنْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا تَحَنَّنْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ

مَجِیْدٌ، اَللّٰھُمَّ سَلِّمْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا سَلَّمْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ (سعایہ)

(۱۷) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَارْحَمْ مُحَمَّدًا وَّاٰلَ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ وَبَارَکْتَ وَتَرَحَّمْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ فِی الْعَالَمِیْنَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ (سعایہ)

(۱۸) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ (صحاح ستہ)

(۱۹) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ وَ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ (حصن حصین)

(۲۰) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِنِالنَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدِنِالنَّبِیِّ الْاُمِّیِّ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ (نسائی)

(۲۱) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تَکُوْنُ لَکَ رِضًی وَّلَہٗ جَزَآءً وَّلِحَقِّہٖ اَدَاءً وَّاَعْطِہِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَالْمَقَامَ الْمَحْمُوْدَ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ وَاجْزِہٖ عَنَّا مَاھُوَ اَھْلُہٗ وَاجْزِہٖ اَفْضَلَ مَاجَازَیْتَ نَبِیًّا عَنْ قَوْمِہٖ وَرَسُوْلًا عَنْ اُمَّتِہٖ وَصَلِّ عَلٰی جَمِیْعِ اِخْوَانِہٖ مِنَ النَّبِیّٖنَ وَالصَّالِحِیْنَ یَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ (بخاری شریف)

(۲۲) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِنِالنَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ وَ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدِنِالنَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْد (بیہقی، مسند احمد، مستدرک، حاکم)

(۲۳) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اَھْلِ بَیْتِہٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ، اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَیْنَا مَعَھُمْ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اَھْلِ بَیْتِہٖ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْد، اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلَیْنَا مَعَھُمْ، صَلَوٰاتُ اللّٰہِ وَصَلَوٰاتُ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلٰی مُحَمَّدِنِالنَّبِیِّ الْاُمِّیِّ (دارقطنی)

(۲۴)اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ صَلَوَاتِکَ وَرَحْمَتَکَ وَبَرَکَاتِکَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ
کَمَا جَعَلْتَھَا عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ، وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ
کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ(مسند احمد)

(۲۵)وَصَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ (نسائی)

صِیَغُ السَّلَام

(۲۶)اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّیِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ،اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِاللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ،اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ(بخاری شریف،نسائی)

(۲۷)اَلتَّحِیَّاتُ الطَّیِّبَاتُ الصَّلَوَاتُ لِلّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ،اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِاللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ،اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ(مسلم،نسائی)

(۲۸)اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ الطَّیِّبَاتُ الصَّلَوَاتُ لِلّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ،اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِاللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ،اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ(نسائی)

(۲۹)اَلتَّحِیَّاتُ الْمُبَارَکَاتُ الصَّلَوَاتُ الطَّیِّبَاتُ لِلّٰہِ سَلَامٌ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ،سَلَامٌ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِاللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ،اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ(نسائی شریف)

(۳۰)بِسْمِ اللّٰہِ وَبِاللّٰہِ اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّیِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ،اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِاللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ،اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اَسْاَلُ اللّٰہَ الْجَنَّۃَ وَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ النَّارِ (نسائی)

(۳۱)اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ الزَّاکِیَاتُ لِلّٰہِ الطَّیِّبَاتُ الصَّلَوَاتُ لِلّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ،اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِاللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ،اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ(موطا)

(۳۲)بِسْمِ اللّٰہِ وَبِاللّٰہِ خَیْرَ الْاَسْمَآءِ اَلتَّحِیَّاتُ الطَّیِّبَاتُ الصَّلَوَاتُ لِلّٰہِ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اَرْسَلَہٗ بِالْحَقِّ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا وَّاَنَّ السَّاعَۃَ اٰتِیَۃٌ لَّا رَیْبَ فِیْھَا اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ،اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِاللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَاھْدِنِیْ(معجم طبرانی)

(۳۳)اَلتَّحِیَّاتُ الطَّیِّبَاتُ وَالصَّلَوَاتُ وَالْمُلْکُ لِلّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ(ابوداؤد)

(۳۴)بِسْمِ اللّٰہِ التَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ الصَّلَوَاتُ لِلّٰہِ الزَّاکِیَاتُ لِلّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ،اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِاللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ،شَہِدْ تُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ شَہِدْتُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰہِ (موطا)

(۳۵)اَلتَّحِیَّاتُ الطَّیِّبَاتُ الصَّلَوَاتُ الزَّاکِیَاتُ لِلّٰہِ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًاعَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ،اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِاللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ(موطا)

(۳۶)اَلتَّحِیَّاتُ الطَّیِّبَاتُ الصَّلَوَاتُ الزَّاکِیَاتُ لِلّٰہِ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ،اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِاللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ(موطا)

(۳۷)اَلتَّحِیَّاتُ الصَّلَوَاتُ لِلّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ،اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِاللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ(طحاوی)

(۳۸)اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ الصَّلَوَاتُ الطَّیِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ ،اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِاللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ،اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ(ابوداؤد)

(۳۹)اَلتَّحِیَّاتُ الْمُبَارَکَاتُ الصَّلَوَاتُ الطَّیِّبَاتُ لِلّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ،اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِاللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ،اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ(مسلم شریف)

(۴۰)بِسْمِ اللّٰہِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ (المستدرک حاکم)

HAYAT HAZRAT SHEIKH ABDUL QUDDUS GANGOHI

مؤلف کی دیگر تصانیف

- حیات حکیم ننھو میاں
- تذکرہ یونس
- بخاری شریف کا آخری درس
- تسہیل النحو

چراغ گرافکس
9045256851

MAKTABA FAIZ-E-MAHMOOD
Mohalla Baha-ud-Deen, Gangoh, Distt. Saharanpur-247341 (U.P.)